سلسلۂ انتخابات شعرائے دکن

متاع سخن

یعنی

انتخاب کلام نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیزؔ

مرتبہ

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ

ام۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (لندن)

سنہ ۱۹۳۵ء

مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس۔ چارمینار حیدرآباد

بار اول دکن قیمت ۱۲/

اِس سلسلہ کی دوسری مطبوعہ کتابیں

کیفِ سخن

یعنے اِنتخاب کلام سید رضی الدین حسن کیفیؔ

بادۂ سخن

یعنے اِنتخاب کلام ڈاکٹر احمد حسین مائلؔ

ان مطبوعہ انتخابات کے علاوہ اِس سلسلہ کی سرپرستی میں فی الحال حسبِ ذ[یل]

شعرائے دکن کے کلام پر کام ہو رہا ہے:۔

۱۔ سراج ۔ شاہ سراج الدین اورنگ آبادی

۲۔ ایمان ۔ شیر محمد خاں

۳۔ فیض ۔ میر شمس الدین محمد

۴۔ عصر ۔ میر احمد علی

۵۔ تمیز ۔ نواب محمد بدرالدین خاں معظم الملک

۶۔ صغیر ۔ محمد حبیب الدین۔

فہرست

مقدمہ

۱۔ دکن کی اُردو شاعری

گذشتہ چار سو سال کے طویل عرصہ میں دکن میں سیکڑوں ایسے اُردو شاعر پیدا ہوے جن کی مسلسل خدمت گذاریوں نے جہاں اپنے ملک کے ذوقِ ادب کو جاری رکھا اور اہل ذوق کی وقت بوقت ضیافت کی زبان اُردو کو ہمیشہ کے لیے مالا مال بھی کر دیا۔ ان کے عمل پیہم اور پرخلوص ذوقِ سخن نے اس زبان کی بنیادیں بے حد مستحکم کر دیں اور اس کے ادبی خزانہ میں ایک ایسا مستقل سرمایہ فراہم کر دیا جو امتدادِ زمانہ کے بے رحم دستبرد کے بعد بھی اتنا وافر ہے کہ اُردو بولنے والوں کی نسلیں ہمیشہ اس سے متمتع ہوتی رہیں گی۔

اِن قابل احترام خدمت گذارانِ اُردو میں سے بیسیوں ایسے ہیں جن کے کارنامے آج موجود نہیں ہیں مگر اُن کے ہمعصر یا متاخر شاعروں کے کلام میں ان کا ذکرِ خیر باقی رہ گیا ہے۔ پچاسوں ایسے ہیں جن کے کارنامے موجود ہیں مگر جن کے حالات (اور بعض دفعہ تو مصنف کے نام تک) سے دنیا آج ناواقف ہے۔ اور نہ معلوم ایسے کتنے ہوں گے جن کے نام و نشان اور کارنامے دونوں اس وقت ناپید ہیں!!

تاہم اس کو اُردو زبان کی خوش قسمتی سمجھنا چاہیے یا ان قدیم اُردو شعرا کی نیک نیتی کہ مغلوں کے حملوں اور دکنی سلطنتوں کی باہمی خانہ جنگیوں اور تباہ کاریوں کے بعد سے قریب قریب ایک صدی تک مدفون رہنے کے باوجود اردو شعر و شاعری کے یہ قدیم اور بیش بہا گنجینے پھر منظرِ عام پر آرہے ہیں۔ چنانچہ عہدِ حاضر میں اُردو کے بعض قابل ترین خدمت گذاروں نے ان کی تحقیق و تفتیش اور اشاعت میں اپنی گراں بہا زندگیاں وقف کردی ہیں۔

اِن باہمت افراد کی کوششوں سے اس وقت تک چند قدیم اُردو شعرا کے دیوان یا اُن کے حالات و انتخابات وغیرہ منظرِ عام پر آچکے ہیں مگر ابھی سیکڑوں ایسے ہیں جن کی نسبت اکثر و بیشتر سطحی معلومات ہی اُردو رسالوں اور کتابوں میں پیش کی گئی ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان میں سے اکثروں کو شائع کیا جائے اور اس طرح نام نیک رفتگاں کو ضائع ہونے سے بچا لیا جائے۔

ان قدیم جواہر پاروں کی اشاعت سے نہ صرف اُردو ادب کے خزانۂ مطبوعات میں خاطر خواہ اضافہ ہوگا اور اس کی تہی مایگی کی شکایت (جو اغیار کے علاوہ اکثر اپنوں سے بھی سنی جاتی ہے) دور ہو جائے گی، بلکہ اُردو بولنے والوں کی موجودہ اور آنے والی نسلیں اپنی زبان اور ادب کے مختلف النوع رجحانات اور صحیح ذوق سے بہرہ مند ہوسکیں گی، ہمارے نوجوان انشا پردازوں میں احساس خود اعتمادی بڑھتا جائے گا اور وہ اپنی زبان کی قدامت اور فضیلت کے اس ہمت افزا احساس کے ساتھ اس کی خدمت میں

سرگرم ہو سکیں گے۔

دکن کی اردو شعر و شاعری کی تاریخ کے کئی مختلف عہد قرار دئے جا سکتے ہیں ابتدائی دور مذہبی اور صوفیانہ شعر و شاعری کا ہے جس کے متعلق اب تک چند مضامین شائع ہو چکے ہیں جن میں مولوی عبدالحق صاحب کا مضمون "اردو کی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا حصہ" خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس دور کی شاعری کے بعض چیدہ چیدہ نمونے تو منظر عام پر آچکے ہیں مگر خاص خاص شعرا مثلاً شاہ علی گام دھنی اور شاہ برہان الدین جانم وغیرہ کے کلام کے مکمل مجموعے اب تک شائع نہ ہو سکے۔

اس ابتدائی دور میں مذہبی رنگ کی شاعری کے علاوہ دوسری قسم کی مثنویاں بھی لکھی گئیں جن میں "نظام نامہ" نمایاں حیثیت رکھتا ہے مگر ابھی شائع نہیں ہوا ہے۔

اردو شاعری کا دوسرا دور خالص ادبی اور حسن کارانہ مساعی پر مبنی ہے۔ اس عہد میں مقامی اور روزمرہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کی اچھی نظمیں لکھی گئیں اور ادبیات فارسی کے بہترین شہ کاروں کا ترجمہ کرنے کا خیال بھی پیدا ہوا۔

اس عہد کے سب سے بڑے شاعر معانی، وجہی، عبدل، احمد، فیروز، محمود،

حسن شوقی اور خیالی وغیرہ ہیں ان میں اول الذکر چار اساتذہ سخن کا بہت کچھ کلام موجود ہے مگر افسوس ہے کہ مکمل حالت میں شائع نہ ہو سکا۔ معانی محمد قلی قطب شاہ (۹۸۸ھ تا ۱۰۲۰ھ) چوتھے فرمانروائے گولکنڈہ اور بانیٔ شہر حیدرآباد کا تخلص ہے۔ اس کے حالات اور کلام کے اقتباسات مولوی عبدالجبار خاں صوفی مرحوم نے اپنے قابل قدر تذکرہ "محبوب الزمن" میں آج سے قریب پچیس سال پہلے پیش کئے پھر آٹھ دس سال قبل مولوی عبدالحق صاحب نے "رسالہ اردو" میں اس کے کلیات پر ایک دلچسپ مضمون لکھا اور نمونۂ کلام بھی شائع کیا نیز "دکن میں اردو" "اردوئے قدیم" "اردو شہ پارے" اور "جواہر سخن" وغیرہ کتابوں کے ذریعہ سے بھی اس کا کچھ نہ کچھ کلام منظر عام پر آیا ہے مگر ایک ایسے اعلیٰ پایہ استاد سخن کے مکمل گنجینۂ معانی کا شائع ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ اس میں جملہ اصناف سخن یعنی غزل، قصیدہ، قطعہ، مثنوی، مرثیہ وغیرہ کے وافر اور عمدہ نمونے موجود ہیں۔

عہد معانی کے شعرا میں احمد اور وجہی قابل ذکر ہیں۔ احمد نے فارسی یوسف زلیخا کا ترجمہ کیا جس پر چند ہی سال قبل پروفیسر حافظ محمود شیرانی صاحب نے ایک مضمون شائع کیا ہے۔ وجہی نے ایک اچھی مثنوی "قطب مشتری" (۱۰۱۸ھ) لکھی جس میں خود معانی (محمد قلی قطب شاہ) کی مشہور آفاق عشق عاشقی کی داستان

نہایت نفاست کے ساتھ بیان کی ہے۔ یہ نظم اصل میں ابراہیم قطب شاہ کے عہد ہی میں معانی کے زمانۂ ولی عہدی میں شروع کی گئی تھی۔ اس میں تلنگانہ کی مشہور رقاصہ بھاگ متی (جس کی خاطر شہر بھاگ نگر بسایا گیا جو بعد میں حیدرآباد کہلایا) کے ساتھ شہزادہ ولی عہد سلطنت (معانی) کی ضرب المثل محبت و فریفتگی کا سچا اور زندہ جاوید مرقعہ پیش کیا ہے اس وقت تک اس اہم کارنامۂ سخن کے صرف ایک ہی نسخے کا پتہ چلا ہے جو انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے (مگر وہاں کے کیٹلاگ مرتبہ پروفسر بلوم ہارٹ سے اس کا پتہ نہیں چلتا) راقم نے اس کو اشاعت کے لئے نقل کرنا شروع کیا تھا مگر افسوس ہے کہ پوری کتاب نقل ہونے پائی تھی کہ لندن سے روانگی کا زمانہ آگیا۔

اس سلسلہ میں یہ ذکر شاید نامناسب نہ ہوگا کہ ایسی عجیب و غریب مثنوی کے مصنف وجہی نے اس کے کئی سال بعد نثر میں بھی ایک عجوبۂ روزگار کتاب "سب رس" (۱۰۴۵ھ) لکھی تھی جس کو مولوی عبدالحق صاحب نے کئی نسخوں سے مقابلہ کرنے کے بعد انجمن ترقی اردو سے شائع کیا ہے۔ وجہی کے دیگر کلام میں سے چند غزلیں اور مرثیئے بھی دستیاب ہوئے ہیں جو رسائل میں شائع کر دئے گئے ہیں۔

اسی زمانہ کا ایک اور شاعر عبدل تھا جو بیجاپور کے فرمانروا ابراہیم عادل شاہ

ثانی نورس (۹۸۸ھ تا ۱۰۳۷ھ) کی قدر دانی سخن کا شہرہ سنکر بیجاپور آیا تھا۔ یہاں اس نے وجہی کی طرح اپنے ولی نعمت سے متعلق ایک مثنوی "ابراہیم نامہ" لکھی جس کا تذکرہ رسالہ ہندوستانی میں چھپ چکا ہے۔

اردو شاعری کا تیسرا دور اس کا عہد زریں سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ اس میں ہر ایک صنفِ سخن میں اس درجہ ترقی دی گئی کہ اس دور کے بعض شاعروں کو خدایانِ سخن کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

غواصی، ابن نشاطی، جنیدی، قطب، عبداللہ، شاہی، طبعی، غلام علی، رستمی، ملک خوشنود، نصرتی، شاہ امین وغیرہ اس دور کے بیسیوں شاعروں میں سے وہ چند اساتذۂ فن ہیں جن پر اردو زبان فخر کر سکتی ہے۔

غواصی اصل میں اس سے قبل کے دور کا شاعر اور مشہور ملا وجہی کا حریف سخن ہے مگر اس کو اسی دور میں عروج حاصل ہوا۔ اس کے کلام میں سے صرف مثنویوں اور مرثیوں کے نمونے اس وقت تک دستیاب ہوئے ہیں جن کے اقتباسات شائع بھی ہو چکے ہیں۔ اس کی مثنویاں "سیف الملوک و بدیع الجمال" (۱۰۳۵ھ) اور طوطی نامہ (۱۰۴۹ھ) فارسی کے بہترین اردو ترجمے ہیں، اور اچھی معلوم ہوتے ہیں۔

جنیدی "ماہ پیکر" (۱۰۶۱ھ) کا مصنف ہے اس کے متعلق پروفیسر محفوظ الحق صاحب نے ایک تفصیلی مضمون رسالہ ہندوستانی میں شائع کیا ہے جس میں اس کے کلام کے طویل نمونے بھی درج کئے ہیں۔ ابن نشاطی اصل میں نثر نگار تھا لیکن اس نے محض تجربتہً جو اعلیٰ پایہ مثنوی پھولبن (۱۰۶۶ھ) لکھی اس سے اس کی طبیعت کی نفاست اور ذوق کی خوبی کا پتہ چلتا ہے اس کے اقتباس "اردو شہ پارے" اور "یورپ میں دکنی مخطوطات" وغیرہ میں شائع ہو چکے ہیں مگر یہ ایسی کتاب نہیں ہے کہ اس سے ابھی اردو دنیا کو محروم رکھا جائے۔

قطب (سلطان محمد قطب شاہ متوفی ۱۰۳۵ھ) عبد اللہ (سلطان عبد اللہ قطب شاہ متوفی ۱۰۸۳ھ) اور شاہی (سلطان علی عادل شاہ ثانی متوفی ۱۰۸۳ھ) تینوں بادشاہ ہیں اور بادشاہ سخن بھی۔ ان کے کلام کے مجموعے موجود ہیں۔ اول الذکر تاجداروں کے کلام کے نمونے "محبوب الزمن" "اردوے قدیم" "اردو شہ پارے"۔ اور "دکن میں اردو" وغیرہ میں مندرج ہیں شاہی کا کلیات حال ہی میں دستیاب ہوا ہے اور اس پر مولوی نصیر الدین ہاشمی صاحب نے ایک مضمون "رسالہ معارف" میں چھپوایا ہے۔ یہ تینوں مجموعے اردو مطبوعات میں قابل قدر اور اہم اضافے ہوں گے اگر یہ چھپ جائیں۔

طبعی اور غلامی گولکنڈہ کے شعرا ہیں اور اپنی شاعری کی خوبیوں اور اعلیٰ

خصوصیات کی وجہ سے سلطنت قطب شاہیہ کے آخری ملک الشعرا سمجھے جا سکتے ہیں۔ طبعی نے مثنوی "بہرام و گل اندام" (۱۰۸۱ھ) لکھی وہ ایک اچھا غزل گو بھی تھا اور دبستان وجہی سے متعلق تھا اُس نے اپنے کلام میں وجہی کی طرح معنی آفرینی اور نزاکت خیال پر زیادہ زور دیا ہے۔ غلام علی عہد ابوالحسن "تانا شاہ" (۱۰۸۳ھ تا ۱۰۹۸ھ) کا شاعر ہے۔ اس نے "پدماوت" (۱۰۹۱ھ) کو اُردو میں منتقل کیا ہے اس کے خیالات اور طرز اداظاہر کرتی ہے کہ وہ طبعی کے خلاف دبستان غواصی سے متعلق تھا۔ متذکرہ دونوں مثنویوں کے اقتباسات مختلف کتابوں میں چھپ چکے ہیں۔

رستمی، ملک خوشنود، نصرتی اور شاہ امین بیجاپور کے آخری بلند پایہ اساتذہ سخن ہیں۔ اور ان سب کے کلام کے کچھ کچھ نمونے اس وقت تک منظر عام پر آ چکے ہیں اول الذکر دونوں عہد محمد عادل شاہ (متوفی ۱۰۶۷ھ) سے متعلق ہیں اور موخر الذکر علی عادل شاہ ثانی (متوفی ۱۰۸۳ھ) اور سکندر عادل شاہ (۱۰۸۳ھ تا ۱۰۹۷ھ) کے عہد سے۔

رستمی زبردست ادیب، قصیدہ گو اور خطاط تھا۔ مگر اس وقت تک اس کی صرف ایک عظیم الشان اور نہایت ہی ضخیم مثنوی خاور نامہ (۱۰۵۹ھ) کا پتہ چلتا ہے جو اردو زبان کی سب سے طویل مثنوی ہے۔ اس کا نہایت مطلا و مذہب اور مصور نسخہ برٹش میوزیم میں محفوظ ہے۔ یہ کتاب ان جملہ مثنویوں کے مقابلہ میں غالباً اول قرار دی گئی تھی جو بیجاپور کی

ملک شہر بانو بیگم کی فرمائش پر بیجاپور میں لکھی گئی تھیں۔

ملک خوشنود اصل میں گولکنڈہ ہی کا شاعر تھا مگر شہزادی خدیجہ سلطان شہر بانو بیگم کے ساتھ جہیز میں بیجاپور روانہ کیا گیا تھا جہاں محمد عادل شاہ کے دربار میں اس نے اپنے ذوقِ سخن اور حسن سلیقہ کی وجہ سے خاص منزلت حاصل کر لی تھی۔ اس شاعر کی دو مثنویوں "یوسف زلیخا" اور "ہشت بہشت" (۱۰۵۶ھ) کا پتہ چلتا ہے جو امیر خسرو کی فارسی مثنویوں کے ترجمے ہیں۔

نصرتی شاہی کے دربار کا ملک الشعرا تھا۔ اس کے قصائد اور مثنویاں (گلشن عشق ۱۰۶۸ھ اور علی نامہ ۱۰۷۶ھ) اردو زبان کے بہترین جواہر پارے سمجھی جا سکتی ہیں۔ اس کے حالات اور کلام کے نمونے مختلف کتابوں اور رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔

شاہ امین الدین اعلیٰ بیجاپور کے اولیائے کرام سے ہیں۔ اچھے شاعر بھی تھے مگر افسوس ہے کہ ان کا پورا کلام اب تک شائع نہیں ہوا۔

اس دور میں متعدد مرثیہ نگار مثلاً ہاشمی، مرزا، وغیرہ بھی گذرے ہیں مگر ان کے مکمل مرثیے اس وقت تک دستیاب نہیں ہو سکے۔

اردو شاعری کا چوتھا دور ایک عبوری زمانہ پر مشتمل ہے۔ اس میں دکن کی سیاسی اہمیت کے ساتھ ساتھ اس کی زبان اور شاعری بھی زوال پذیر ہونے لگتی ہے مگر یہ عہد اس لحاظ سے نہایت اہم ہے کہ اس میں شمالی ہندوستان خاصکر دار السلطنت

دہلی اُردو و شعر و شاعری سے روشناس ہوا اور وہاں کے شعرا فارسی گوئی ترک کرکے اُردو شعر و سخن کی طرف مائل ہوئے۔

یہ فطرت کی عجیب ستم ظریفی ہے کہ اگرچہ اس زمانہ میں بظاہر شمال کی مغل فوجوں نے دکن کو فتح کرلیا تھا مگر جہاں تک زبان و ادبیات کا تعلق ہے اصل میں دکن نے شمال کو فتح کیا۔ اگر اس وقت شہنشاہ اورنگ زیب کے ہاتھوں دکن کی سلطنتیں تباہ و برباد ہو جاتیں اور دکن کے خزائن علمیہ و ادبیہ اور گنجینہ ہائے شعر و سخن مال غنیمت بن کر مغل سپاہیوں کے ساتھ شمال نہ پہنچ جاتے' نیز دکنی شعرا اور اہل ذوق شمال میں اور شمال کے دکن میں آنے جانے نہ پاتے اور اس طرح اردو کی علمی و ادبی قابلیت کا اہل شمال کو احساس نہ ہونے پاتا تو نہ معلوم ابھی کتنے عرصہ تک شمالی ہندوستان میں اُردو زبان کس مپرسی کی حالت میں پڑی رہتی اور فارسی کا دور دورہ رہتا۔

یہ زمانہ صحیح معنوں میں دورِ اختلاط کہا جاسکتا ہے کیونکہ صدیوں کے اختلاف و جدائی کے بعد اس عہد میں دکن اور شمال میں ایک گونہ تعلق پیدا ہوگیا تھا۔ اس وقت دکن کے شاعروں میں جنہوں نے شمال کا سفر کیا ولی' آزاد' فراقی' عزلت' اور درد مند وغیرہ اور شمال کے شاعروں میں جو دکن آئے تھے ندیم' زٹلی' فطرت' آرزو وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان شعرا کے باہمی میل جول کے علاوہ جو واقعہ دہلی میں اُردو شاعری کے آغاز کا باعث ہوا (اور جس کا ذکر ابھی کیا گیا)

دکن کی اکثر دبیشتر اردو کتابوں کا اورنگ زیب کی فتحمند فوجوں کے ساتھ مال غنیمت بن کر شمالی ہند میں پہنچ جاتا ہے۔

اُردو شاعری کے اس چوتھے دور کے سیکڑوں دکنی شاعروں کا پتہ چلتا ہے مگر ان میں جو زیادہ مشہور ہیں ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ عشرتی، عاجز، ولی اورنگ آبادی، ولی ویلوری، فراقی، سراج، عزلت، وجدی، آگاہ، داؤد، صارم وغیرہ اور مرثیہ نگاروں میں ہاشم علی، ذوقی، روحی، رضی، مرزا، قادر، غلامی، کاظم وغیرہ۔

اول الذکر دو کے کچھ حالات اور کلام کے نمونے شائع ہو چکے ہیں مگر ان کی مثنویاں "دیپک پتنگ" "چت لگن" اور "ملکہ مصر" وغیرہ اب تک غیر مطبوعہ ہیں۔ ولی اورنگ آبادی اور ولی ویلوری دونوں کا کلام چھپ چکا ہے۔ اول الذکر کا کلیات سب سے پہلے مشہور فرانسیسی محسن اردو گارساں دتاسی نے پیرس کے شاہنشاہی دارالطبع سے شائع کیا تھا۔ اور چند سال قبل مولوی سید محمد احسن صاحب مارہروی نے کئی نسخوں سے مقابلہ کرکے اس کا اور ایک مجموعہ شائع کیا ہے۔ ولی دکنی کی "روضتہ الشہدا" چھپی تھی مگر اب کمیاب ہے۔

فراقی، سراج، عزلت اور آگاہ کے کلام کے صرف نمونے چھپے ہیں۔ آگاہ پر "انجمن طلباء قدیم دارالعلوم" کے سلسلہ تالیفات اردو میں ایک چھوٹی سی کتاب چھپی تھی بعد میں پروفیسر عبدالقادر سروری صاحب اور مولوی نصیرالدین ہاشمی صاحب نے اس پر تفصیلی مضامین شائع کئے۔ شاہ سراج پر مولوی غفور احمد صاحب کام کر رہے ہیں

اس دور کے مرثیہ نگاروں کا مکمل کلام اب تک دستیاب نہیں ہوا۔ ان کے حالات اور کلام کے چند نمونے راقم نے رسالۂ اردو میں شائع کئے تھے۔ پھر مولوی نصیر الدین ہاشمی صاحب نے بھی اس موضوع پر کئی مضمون لکھے۔

اردو شاعری کے اس دور کی نسبت ابھی بہت کچھ معلومات حاصل کرنے کی ضرورت ہے

دکن کی اردو شاعری کے پانچویں دور میں عاجز، درگاہ، شیدا، شفیق، تجلی، ایمان، قیس، چندا، شاداں، ایما، اور احساں وغیرہ قابل ذکر شعرا ہیں۔ اول الذکر دو مرثیہ گو تھے جن پر مولوی میر سعادت علی رضوی صاحب نے تحقیقی کام کیا ہے۔ چنانچہ درگاہ پر ان کا ایک تفصیلی مضمون "مجلہ عثمانیہ" میں شائع ہو چکا ہے۔ شیدا کی "اعجاز احمدی" بھی ایک دلچسپ مثنوی ہے۔

شفیق کے حالات، نمونہ کلام، اور تذکرہ (چمنستان شعرا) مولوی عبدالحق صاحب نے انجمن ترقی اردو سے شائع کیا ہے۔ شاہ تجلی اس دور کی عجیب و غریب شخصیت ہیں۔ انہیں فنون لطیفہ سے خاص شغف تھا۔ ان کی حیات اور کارناموں پر پروفیسر عبدالقادر سروری صاحب سرگرم کار ہیں۔ ایمان پر سید اشفاق حسین صاحب کام کر رہے ہیں اور ان کے تلامذہ قیس اور چندا پر بھی سید اشفاق حسین صاحب اور سید اختر حسن صاحب علی الترتیب مصروف کار ہیں۔

شاداں (مہاراجہ چندولال) اردو شعروسخن کے فیاض سرپرست تھے ان کا دیوان

چھپ چکا ہے۔ مگر کچھ کلام ابھی غیر مطبوعہ ہے جس کو معین الدین صاحب رہبر نے مرتب کر لیا جو ابھی شائع نہیں ہوا۔

اس دور کے اردو شعرا شمالی ہند (خاصکر دہلی) کے شاعروں سے زیادہ متاثر تھے۔ یوں تو اس سے قبل کا دور بھی اہل شمال کے میل جول کی وجہ سے ٹھیٹ دکنی طرز سخن کا متبع نہیں رہا تھا مگر اس دور کے شاعروں کی زبان دکنی ہی تھی اور ان کے اثر سے شعرائے دہلی نے بھی دکنی زبان ہی میں اشعار لکھنے شروع کئے تھے۔ مگر اس اثنا میں مظہر اور ان کے زیر اثر یقین سودا، میر اور تاباں وغیرہ کی مساعی نے شمال سے اس دکنی اثر کو زائل کر دیا اور وہاں کے شعرا دکنی طرز کو چھوڑ کر دہلی کے اردوئے معلی کے محاورے اور زبان لکھنے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دکن کے شاعروں کو بھی اپنے وطن اور اسلاف کی زبان ترک کر کے شعر و سخن کے لئے دہلی کی زبان اختیار کرنی پڑی! اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ ایک تو اس عرصہ میں دکن میں میر، سودا اور یقین جیسے اردو شاعر پیدا نہیں ہوئے اور دوسرے چونکہ عہد قطب شاہیہ عادل شاہیہ کے بعد سے دکن کے حکام اہل شمال ہی تھے اس لئے دکن میں شمالی ہند ہی کے شاعروں کی قدر و منزلت ہونے لگی۔ چنانچہ اس وقت تک لطف، شہید، نصیر، مشتاق، آفاق، شہرت، منت، کمتر اور صفا وغیرہ جیسے بیسیوں شمال کے شعرا دکن آ چکے تھے۔

ان بیرونی شاعروں کی غیر معمولی قدر و منزلت دیکھنے کے بعد دکن کے شاعروں کو بھی انہی کی پیروی کا خیال پیدا ہوا چنانچہ اس دور کے دکنی شعرا کی زبان بالکل بدل گئی اصناف سخن کے لحاظ سے بھی وہ شمالی شعرا کے مقلد ہو گئے جس کی بنا پر طویل نظموں کا

رواج کم ہوگیا اور خاصکر رزمیہ و بزمیہ مثنویاں (جو قدیم دکنی شاعری کی جان ہیں اور جن کی وجہ سے اردو ادب کا خزانہ مالامال سمجھا جاتا ہے) اس دور سے مفقود ہونی شروع ہوئیں۔

دکن کی اردو شاعری کے چھٹے دور میں فیض، خاموش، تمیز، وکاپاس عصر باقی فیاض اور ناجی وغیرہ اساتذۂ فن گذرے ہیں۔ اس زمانہ میں شاعری کے بہ نسبت نثر کو زیادہ فروغ ہوا۔ یہ اصل میں دور تالیف و تراجم تھا کیونکہ اس وقت حیدرآباد میں نواب شمس الامرا اور ان کا خاندان مربی علم و فضل اور قدردان ادب تھا اور اگرچہ خود اس خاندان میں اچھے شاعر پیدا ہوے مگران بزرگوں کو تاریخ و جغرافیہ کے علاوہ زیادہ تر سائنس اور ریاضی وغیرہ سے دلچسپی تھی۔

اس عہد کے شاعروں میں فیض خدائے سخن سمجھے جاتے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ ان کے جیسا بلند مرتبہ شاعر اور کثیر التصانیف ادیب عہد قطب شاہیہ کے بعد سے حیدرآباد میں نہیں پیدا ہوا۔ ان کے تلامذہ کی تعداد سیکڑوں تک پہنچ گئی تھی چنانچہ خود اس موضوع پر ایک مبسوط تذکرہ موجود ہے۔ فیض نے ایک درجن سے زیادہ کتابیں لکھیں جن میں سے بعض ان کی زندگی ہی میں شائع ہو چکی تھیں۔ ان کے حالات اور کلام پر مرزا معزز علی صاحب کام کر رہے ہیں۔

خاموش اور ناجی بھی اچھے شاعر تھے اول الذکر کا کلام چھپ چکا ہے وہ زیادہ تر مذہبی اور صوفیانہ رنگ میں لکھتے ہیں موخر الذکر زیادہ تر نوحے لکھا کرتے تھے تمیز نواب شمس الامرا کے

چھوٹے لڑکے بدر الدین خاں منظم الملک کا تخلص تھا۔ وہ ایک بڑے حسن کار اور اچھے شاعر تھے ذکا اس دور کے وہ حیدرآبادی سخن طراز ہیں جن کی شاعری کی مدحت طرازی میں مرزا اسد اللہ خان غالب کے کئی خطوط رطب اللسان ہیں۔

دکن کے شاعروں کا **ساتواں دور** مائل، ہمہ، توفیق، شایق، معلی، کیفی، الم، آصف، عثمان، عزیز، دل، شاد، امجد، صفیر اور ذاہن وغیرہ صاحبان سخن پر مشتمل ہے۔ افسوس ہے کہ ان میں سے اکثر اب موجود نہیں ہیں۔ اس لحاظ سے شاد، عثمان، عزیز، امجد اور صفیر وغیرہ کی ہستیاں بسا غنیمت ہیں۔ اگرچہ اس دور کے اکثر شعرا کا کچھ نہ کچھ کلام چھپ چکا ہے لیکن بعض کے مجموعے نہایت کمیاب ہیں۔

اس دور کے قریب قریب جملہ شعرا بیرون ملک کے اساتذۂ فن (جو حیدرآباد آئے) مثلاً میکش، ترکی، داغ، بیدل، امیر، نظم طباطبائی اور جلیل وغیرہ کے تلامذہ ہیں ان کے علاوہ اس عہد میں متعدد دوسرے شعرا مثلاً شیفتہ، علوی، حبیب، ضامن، جوش، صدق اور فانی وغیرہ بھی شمالی ہند سے دکن میں آ رہے۔

اس دور کی اہم خصوصیت یہی ہے کہ اس میں گذشتہ دو ادوار سے قدیم معیاری اردو یعنے دکن کی زبان کو ترک کر کے شمالی یعنے جدید معیاری اردو پر قابو حاصل کرنے کی جو کوشش کی جا رہی تھی اس کو انتہائی مدارج پر پہنچایا گیا۔ زبان کے علاوہ اس عہد کے دکنی شعرا نے اصناف سخن میں بھی شمال کے اساتذۂ فن کے قدم بقدم رہنے میں بڑی کامیابی حاصل کی۔

اس دور کے شعرا میں شائق، توفیق، امجد، صغیر اور رشاد کے کلام میں تصوف کی جھلکیں نمایاں ہیں اور ان میں سے بعض تو اردو کے بہترین عارف اور صوفی شعرا سمجھے جا سکتے ہیں۔ کیفی، ذہین اور آزاد نے عصر حاضر کی خصوصیات اور ضرورتوں کے لحاظ سے اپنی قوت سخن کے اظہار کے لئے نئے میدان پیدا کر لئے ہیں۔

دکن کی مسلسل خدماتِ شعر و سخن کا یہ ایک سطحی اور سرسری تبصرہ ہے۔ اس موقع پر تفصیل کی گنجایش تھی اور نہ ضرورت۔ اس حقیقت حال کا اعتراف لازمی ہے کہ اس سلسلہ میں بیسیوں ایسے شعرا کے نام شریک نہیں ہیں جو اساتذہ فن کے رتبہ تک نہیں پہنچے یا جن کی نسبت ابھی ہماری معلومات محدود ہیں۔ وہ زمانہ آنے والا ہے جب اس قسم کے جملہ شاعر گوشہ گمنامی سے منظر عام پر آئیں گے۔ یہ بھی غنیمت ہے کہ اس وقت بعض نوجوان خاص خاص اساتذہ پر مشغول کار ہیں جن کا ذکر انہی صفحات میں اپنی اپنی جگہ پر درج ہو چکا ہے۔ یہاں البتہ اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ بعض احباب کی توجہ اور مشورہ سے فی الحال زمانہ حال یعنے دور ہفتم کے چند شعرا کے ایسے انتخابات شائع کرنے کا انتظام کیا گیا ہے جو اردو ادب میں اضافہ کا باعث ہوں گے اور جن کے مطالعہ سے اردو کا ذوق رکھنے والے نوجوان اپنے ذوق سخن میں ترقی کر سکیں گے۔



[illegible]
July '35

(۲)

عزیزؔ اور اُن کی شاعری

نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیزؔ حیدر آباد کے ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جو دولت و ثروت کے ساتھ ساتھ علم و فضل اور شعر و سخن سے بھی بہرہ ور رہا ہے ان کے والد نواب مشرف جنگ فیاضؔ بھی اپنے زمانہ کے اچھے شاعروں میں شمار کئے جاتے تھے اور انہوں نے مختلف علوم و فنون سے متعلق کئی کتابیں (مثلاً "قواعد کلیہ" "کنز الذائقہ" "قطاع" اور "غرائب حسابی" وغیرہ) بھی لکھیں اور شائع کیں ان کے علاوہ عمر خیام کی رباعیوں کو بھی ایشیا اور یورپ کے متفرق مجموعوں اور نسخوں سے جمع کر کے اپنے مقدمہ کے ساتھ شائع کیا۔

عزیزؔ کے جدِ امجد کی درگاہ پونہ کے قریب جنیر شریف میں واقع ہے جس کے سلسلہ میں وہاں ان کے خاندان کا جاگیری معاش بھی موجود ہے پیشواؤں کے عہد حکومت میں اس خاندان کو خاص قدر و منزلت حاصل تھی۔ چنانچہ ان کے جدِ اعلیٰ محمد سلطان الدین خاں بہادر کو ان کی علمی و اخلاقی فضیلتوں اور فوجی خدمات کی وجہ سے حکمران پونہ پنڈت پردھان "ماموں" پکارا کرتا تھا اور اس نے سرکاری طور پر بھی ان کو یہی خطاب دیا تھا۔ ان کے دادا محمد ابراہیم الدین خاں حضرت آصفجاہ اول کے ہمرکاب تھے اور خود

محمد سلطان الدین خاں بہادر آصفجاہ ثانی کی ایما پر حیدرآباد آئے اور متفرق مہمات میں اُن کے ہمراہ رہے۔ اُن کے بعد اُن کے فرزندوں (قایم الدین خاں اور دائم الدینخاں) کو آبائی حقوق اور اعزازات کے ساتھ صوبہ برار میں جاگیرات سرفراز ہوئیں۔ انہی متذکرہ محمد دائم الدین خاں کے پوتے محمد فیاض الدین خاں مشرف جنگ صاحب تذکرہ (نواب عزیز الدین خاں عزیز یار جنگ بہادر عزیز) کے والد تھے۔ اس خاندان کے ایک فرد نواب عمدۃ الدولہ بہادر کو ممالک محروسہ سرکار عالی میں ایک وسیع علاقہ بطور تعہد سے دیا گیا تھا۔ عزیز کے دادا (محمد عزیز الدین خاں بہادر) بھی دوآبہ ضلع رائچور کے مدت العمر تعلقدار رہے۔ غرض عزیز کا خاندان حیدرآباد کے اُن قابل قدر خاندانوں میں سے ہے جو ابتداء سے فوجی اور انتظامی قابلیتوں اور انہماک کے ساتھ شعر و سخن اور علم و فضل کا بھی ذوق رکھتے ہیں چونکہ اس خاندان یا اُس کے افراد کے متعلق دکن کی اکثر تاریخوں اور تذکروں (مثلاً "تزک آصفیہ" "تاریخ النوائط" "تزک محبوبیہ" "تذکرہ شعرائے دکن" اور "منظر اکرام" وغیرہ) میں تفصیلی معلومات شائع ہو چکی ہیں اس لئے اس مختصر سے انتخاب کلام کو پیش کرتے وقت ان کی طرف ایک سرسری اشارہ ہی کافی معلوم ہوتا ہے

اس تحریر کا اصل موضوع عزیز اور ان کی شاعری ہے۔ اور چونکہ کسی شاعر کے کلام کی نسبت اس کی حیات پر نظر ڈالے بغیر کوئی صحیح رائے قائم نہیں کی جا سکتی اس لئے پہلے عزیز کے بعض ایسے واقعات و حالات زندگی اختصار کے ساتھ پیش کئے جائیں گے جن کا معلوم کرنا ان کے کلام کو صحیح طور پر سمجھنے اور اس کی اہمیت سے

واقف ہونے کے لئے ضروری ہے۔

عزیز ۱۲۹۰ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ استاد الاساتذہ میر شمس الدین فیض کو انتقال کئے ہوئے چند ہی سال ہوئے تھے اور ان کے تلامذہ عصر، مزاج، باقی، فیاض، رمز اور یاس وغیرہ کی مسیحا نفسیوں نے ان کے بعد بھی حیدرآباد کی شعر و سخن کی محفلوں کو عرصہ تک سرگرم کار رکھا تھا اور یہی وہ مغتنم ہستیاں تھیں جن میں سے اکثروں نے عزیز کی نشو و نما اور علمی و ادبی تربیت میں بھی کافی حصہ لیا۔

فیاض (نواب مشرف جنگ) جنہوں نے اپنے استاد کا دیوان مرتب کیا تھا اور اپنی وفات تک ان کی یادگار میں ایک عالیشان سالانہ مشاعرہ کرکے گلدستہ فیض شائع کیا کرتے تھے، اور جن کی شاعری، اخلاق، اور علم و فضل کا تذکرہ ان کی ہمعصر کتابوں (مثلاً تاریخ النوائط اور تذکرہ شعرائے دکن وغیرہ) میں تفصیل کے ساتھ مندرج ہے، عزیز کے والد تھے انہوں نے ۱۳۲۸ھ میں اس وقت انتقال کیا جب عزیز کی عمر ۳۸ سال کی تھی اور وہ ذوق سخن میں اپنے والد ماجد کے قدم بقدم چل رہے تھے۔

مزاج (حکیم مظفر الدین خاں) جنہوں نے اپنے استاد (فیض) کے دیوان کو سنہ ۱۳۰۱ھ میں چھپوایا، اور خود بھی اپنا ایک مکمل دیوان مرتب کرکے چھپوا رہے تھے کہ ۱۳۱۸ھ میں انتقال کیا عزیز کے نہایت قریبی عزیز تھے اور ان کے ذوق سخن کی

نشو و نما میں کافی حصہ لیا تھا۔ چنانچہ ابتداءً عزیز نے انہی سے اپنے کلام کی اصلاح لینی شروع کی تھی۔

عصر (مولوی احمد علی) جو اپنے زمانہ کے جید عالموں اور بلند مرتبہ شاعروں میں شمار کئے جاتے تھے عزیز پر خاص نظر عنایت رکھتے تھے۔ چنانچہ جب انہوں نے اپنے معاصرین اور خاصکر تلامذہ فیض کا ایک تذکرہ مرتب کیا تو اس میں عزیز کا حال اور نمونہ اشعار بھی درج کیا حالانکہ اس وقت عزیز نہایت کمسن تھے اور عصر کے یہاں فارسی پڑھا کرتے تھے۔

غرض جن بزرگوں کے زیر سایہ عزیز نے نشو و نما حاصل کی علم و فضل اور اعلیٰ ذوق سخن سے بہرہ ور تھے اس لحاظ سے عزیز کی خوش قسمتی قابل رشک ہے ایسے موثر ماحول میں اگر اُن کی فطرت میں ابتدا ہی سے شعر و سخن کا ذوق صحیح جاگزیں نہ ہو جاتا تو مقام حیرت تھا

دوسری خصوصیت جس کا اظہار کلام عزیز کا مطالعہ کرنے والے کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا اُن کی مرفع الحالی اور طبعی استغنا ہے۔ وہ ایک مقتدر اور خوش بخت خاندان میں پیدا ہوے اور خود بھی بہت جلد ایک ذی رتبہ عہدہ دار کی حیثیت سے اپنی زندگی کا آغاز کیا۔ اُن کے والد علاقہ صرف خاص مبارک میں مددگار معتمد تھے اور ان کے خالہ زاد بھائی (جو بعد میں ان کے خسر ہوے) نواب آصف نواز الملک معتمد خود ان کا تقرر ابتداءً ناظم عطیات علاقہ صرفخاص مبارک کی حیثیت سے کیا گیا۔ اور بعد میں عرصہ تک اول تعلقداری کے عہدہ پر فائز رہکر وظیفہ حسن خدمت پر

سبکدوش ہوئے۔ اِن خدمات کے علاوہ کئی سال تک مجلس وضع قوانین اور مجلس آرائش بلدہ وغیرہ کے رکن بھی رہے۔ سنہ ۱۳۱۶ھ میں اعلیٰ حضرت غفران مکان نے اپنی سالگرہ کی تقریب میں آبائی اعزاز کے ساتھ خطاب عزیز یار جنگ سے سرفراز کیا۔

غرض عزیز کوئی پیشہ ور شاعر نہیں ہیں بلکہ فطری مناسبت اور بزرگوں کے فیضانِ صحبت کی وجہ سے بچپن ہی سے شعروسخن کا جو ذوق پیدا ہو گیا تھا اُسی کے اقتضا سے شعرگوئی پر مجبور رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ اُن کے کلام کی نمایاں خصوصیتیں شگفتگی، شوخی، برجستگی اور بانکپن ہیں ان کی طبیعت کی خودداری، استغنا اور رند مزاجی اُن کے کلام میں جگہ جگہ اپنی جھلکیں دکھاتی ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں ؎

بیش و کم کی خواہشیں تھیں صافیِ صورت میں مے ملی اتنی مجھے جتنا مرا پیمانہ تھا

کچھ قناعت کچھ تواضع چاہیے آدمی اچھے سے اچھا کیوں نہ ہو

آدمی خاموش رہ کر دیکھ لے مانگنے والے کو ملتا کچھ نہیں

آپ بدلیں ہزار رنگ تو کیا میری قسمت بدل نہیں سکتے

وضعداری ہے تو اس کی بھی نہیں ہے پروا درد جو دل میں ہے چہرے سے نمایاں ہو جائے

انھوں نے نہ تو کسی کی تعریف یا مذمت میں کوئی قصیدہ لکھا اور نہ کبھی کوئی ایسی نظم لکھی جو کسی ذاتی منفعت یا اسی قسم کی کسی غرض پر مبنی ہو۔ اُن کی ساری شاعری اُن کے فطری ذوق اور ذاتی مسرت پر منحصر ہے۔ وہ محض اپنے شوق کی تکمیل کے لئے شاعری کرتے رہے اگرچہ وہ ایک جگہ کہتے ہیں ؎

آخر الامر فن شعر عزیز   نقش اپنے کمال کا نکلا

عزیز کی شاعری اور طرز سخن پر اثر ڈالنے والے اسباب میں داغ دہلوی کی ہمسائگی اور فیض صحبت کو بھی بہت کچھ دخل ہے۔ یہ ایک اتفاقی بات تھی کہ حیدر آباد میں داغ کا قیام کئی سال تک محلہ ترپ بازار میں اس کوٹھی میں رہا جو عزیز کی قیام گاہ سے بالکل ملحق تھی اس طرح عین عنفوان شباب میں بھی عزیز کے ذوق سخن میں اضافہ کرنے والے اسباب مہیا ہو گئے۔ انہوں نے داغ کو اپنا کلام دکھلانا شروع کیا اور اوقات دفتر کے بعد ان کا سارا وقت داغ ہی کے ساتھ گذرتا موخر الذکر کے یہاں قصائے ہندوستان سے متعدد شعرا اپنا جو کلام اصلاح کے لئے روانہ کرتے تھے اس کو پڑھکر سنانے کا کام بھی عزیز ہی کے تفویض تھا۔ غرض عزیز نے اس موقع سے ایسا فائدہ اٹھایا کہ حیدر آباد میں داغ کے تلامذہ میں شاید ہی کوئی ان کا ہمسر ہو سکا۔ چنانچہ داغ کے ایک مشہور شاگرد احسن مارہروی نے "یادگار داغ" اور "جلوہ داغ" میں عزیز کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا ہے اور عزیز نے نہایت وفا شعاری کے ساتھ خود بھی اپنے کلام میں جا بجا اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

بعد استاد داغ آج عزیز   تیری شہرت کو دیکھتے ہیں ہم

تقلید داغ باعث شہرت ہوئی عزیز   چرچا مرے کلام کا ہر انجمن میں ہے

یہ ندا آئی دم فکر سخن مجھ کو عزیز   شاعری میں روش حضرت استاد نہ چھوڑ

یہ واقعہ بھی ہے کہ داغ کے اس قابل ذکر فیض صحبت نے عزیز کے طرز سخن کو

اس قدر متاثر کیا کہ اُن کا قدیم رنگ بالکل محو ہو گیا۔ اور وہ داغ کے رنگ میں ایسے رنگے گئے کہ حیدرآباد تو کجا تمام ہندستان میں بھی شاید ہی داغ کے کسی شاگرد نے اس خصوص میں اتنی کامیابی حاصل کی ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی طبعی مناسبت اور خانگی حالات نے بھی اس رنگ کی تکمیل میں اُن کی خاص طور پر مدد کی۔

اس خصوص میں ان کے حسب ذیل شعر نہایت دلچسپ ہیں :

کیا اور کوئی دل کو نہ لے گا بجا درست — بیکار تم نے کہدیا بیکار ہو گیا

یہ شیوۂ وفا یہ عنایت غلط غلط — تم اور تم کو مجھ سے محبت غلط غلط

اس بے وفا کو دل جو دیا چوک ہو گئی — قسمت کا کیا گلا ہے مرا انتخاب تھا

ان کو اس درجہ تنفر ہے دل عاشق سے — خط بھی لکھا تو کہیں دال نہیں لام نہیں

کلام عزیزؔ کی سب سے اہم خصوصیت زبان دہلی کا غیر متزلزل اتباع ہے۔ حیدرآباد میں بہت کم ایسے شاعر ملیں گے جنہوں نے دہلی کی ٹھیٹ زبان استعمال کرنے کا اتنا شدید التزام کیا ہو۔ عزیزؔ ہی وہ شاعر ہیں جو اس کو برابر نباہتے رہے۔ حالانکہ اس اثناء میں یہاں اکثر شاعر ایسے بھی پیدا ہوے جو اس قسم کے التزام کے خلاف تھے اور ان میں سے بعض تو اپنے وطن (حیدرآباد) کی زبان اور محاوروں کو شعر و سخن میں استعمال کرنے پر کمر بستہ تھے۔ مگر عزیزؔ اس رجحان سے متاثر نہیں ہوے۔ انہوں نے دہلی (اور خاصکر اپنے استاد داغؔ) کی زبان کی پابندی اس استوار وفاداری کے ساتھ کی ہے کہ ادبیات کی تاریخوں میں اس کی نظیر بہت مشکل سے ملے گی۔ انہوں نے

ہمیشہ دہلی کے محاورں اور روزمرہ کے صحیح استعمال پر زور دیا۔ وہ کہتے ہیں ؎

استاد کی زبان کا تیری زبان پر — حیرت ہے کیوں عزیز یہ ہوتا ہے اشتباہ
ہم نے تیری زبان میں دیکھا — داغ کے بعد لطف شعر عزیز

غرض یہی وہ اہم خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے عزیز کے کلام میں ایک خاص اثر پیدا ہو گیا ہے۔ ان کے یہاں حسن و عشق کے معاملات میں نازکی اور جان بدرجہ اتم نمایاں ہے۔ اور اسی کیفیت نے ان کے کلام میں ایک جدا انداز پیدا کر دیا جس کی بنا پر وہ سب سے علحدہ ایک نئی طرز کے مالک نظر آتے ہیں۔ ان کے شعر ہیں ؎

آج ہمرنگ نہیں کوئی سخنور تیرا — سب سے انداز جدا ہے ترے کہنے کا عزیز
کون ہے جو نہیں قائل تری گویائی کا — یہ بیان، اور یہ انداز، یہ ترکیب عزیز

عزیز کی شاعری کے متعلق اس وقت تک متعدد اصحاب بہت کچھ لکھ چکے ہیں اس لئے ان کے کلام کا مختصر سا انتخاب پیش کرتے وقت ضروری نہیں معلوم ہوتا کہ ان کی شاعری کی ہر خصوصیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے۔ متعدد رسائل مثلاً "زمانہ" کانپور، "رہنمائے تعلیم" لاہور، "مجلہ مکتبہ" اور "حیات سخن" حیدرآباد کے علاوہ کئی کتابوں مثلاً "تاریخ النوائط" (از عزیز جنگ مرحوم)، "دکن میں اردو" (از مولوی نصیر الدین ہاشمی) اور "جدید اردو شاعری" (از پروفیسر عبدالقادر سروری) میں بھی عزیز کا تذکرہ اور ان کے کلام پر تبصرہ موجود ہے۔ لیکن "رہنمائے تعلیم" کے جوبلی نمبر بابت ۱۹۳۱ء میں داغ ہی کے ایک تلمیذ رشید جناب نوح ناروی نے عزیز کی شاعری کا

جو بسیط مضمون بیس صفحات کا شائع کیا ہے۔ اس میں سے دو چار جگہ کی عبارتوں کا انتخاب یہاں اس لیے پیش کیا جاتا ہے کہ اس کا لکھنے والا ایک اعلیٰ پایہ کا شاعر ہونے کے علاوہ رئیس اعظم نارہ ہے اور اپنے ایک حیدرآبادی ہمعصر کی نسبت اظہار خیال کر رہا ہے۔

نوح ناروی عزیز کی ملاقات وغیرہ کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں :-

"وہ قریب قریب میرے ہم عمر ہیں۔ مشق سخن کا بھی زمانہ غالباً میرا ان کا ایک ہوگا اس صورت میں جو کچھ میری رائے ان کے متعلق ہوگی وہ میرے خیال میں درست ہوگی۔ اور میں یقینی پورا پورا اندازہ ان کے متعلق کر سکوں گا۔ مگر ذیل کی باتیں دیکھنے سے کوئی صاحب یہ خیال نہ کریں کہ ایک بھائی نے دوسرے بھائی کی تعریف میں مبالغہ سے کام لیا ہے بلکہ جو کچھ میں لکھوں گا بغیر رعایت و مروت کے لکھوں گا"

پھر عزیز کے کلام کی اشاعت اور اس پر مضمون لکھنے کا ذکر یوں کیا ہے :-

"ان کا پہلا دیوان اسی (ارمغان عزیز) نام سے سنہ ۱۳۲۶ھ میں شائع ہوا۔ میں نے اسی وقت خیال کیا تھا کہ اپنے خیالات کا اظہار کردوں۔ لیکن ایسے اسباب پیش آگئے کہ میں اس ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اور یہ تمنا دل کی دل ہی میں گھٹ کر رہ گئی۔ اب ان کا دوسرا دیوان شائع ہوا ہے باطنی خوبیوں کی بحث میں اگر ہر غزل اور ہر غزل کے اشعار لیے جائیں گے تو ایک دوسری کتاب ہو جائے گی لہٰذا چند غزلوں کے چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔" (رہنمائے تعلیم صہ ۲۵۴)

نوح نے اپنے اس مضمون میں عزیز کے ڈیڑھ سو سے زیادہ اشعار پیش کئے جن میں سے قریب قریب اسّی اشعار ایسے ہیں جن پر انھوں نے تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے۔ ان اسّی اشعار میں سے ہم یہاں صرف آٹھ شعر نوح کی رائے کے ساتھ نقل کرتے ہیں جن کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ عزیز کے کلام کی نسبت ان کے ہمسر استاد بھائی کیا خیال رکھتے ہیں:-

(۱) "کچھ اس طرح مرے لب پر خدا کا نام آیا ہوا یہ شور کہ موسیٰ کا ہمکلام آیا

"کچھ اس طرح" اس ٹکڑے کی وسعت اور خدا کے نام کی تخصیص کی داد کیا دی جائے پھر "موسیٰ کا ہمکلام آیا" صرف ہمکلام ہی نہیں موسیٰ کا لفظ بھی موجود ہے۔ اس لفظ نے شعر میں جان ڈالدی اور لطف معنی نے مطلع کو مطلع خورشید بنا دیا"

(رہنمائے تعلیم صفحہ ۳۵۴)

(۲) چھوڑ کر پھولوں کا دامن باغ میں اڑ رہی ہے نکہت برباد کیا

"اڑ رہی ہے" اس شعر میں خاص ٹکڑا ہے۔ اور اسی ٹکڑے نے اس شعر میں دو معنی پیدا کر دئے۔ اڑنے کے معنی فخر کرنے کے بھی ہیں۔ جب پھولوں کا دامن چھٹ گیا تو نکہت کے لئے فخر کا موقع کیا رہ گیا۔ دوسرے معنی یہ بھی ہوتے ہیں کہ پھولوں کا دامن چھوڑ کر اڑ رہی ہے۔ یعنے آوارہ و سرگشتہ پھرتی ہے "نکہت برباد" اس موصوف صفت کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ نکہت اور وہ بھی برباد سبحان اللہ"

(رہنمائے تعلیم ص۳۵۷)

(۳) "جھوٹے وعدوں پر تھی اپنی زندگی   اب تو وہ بھی آسرا جاتا رہا

یہ شعر حسرت و یاس کا جیتا جاگتا مرقع ہے۔ صریحاً معلوم تھا کہ سب جھوٹے وعدے تھے۔ اور ان جھوٹے وعدوں کو بھی غنیمت جان کر ہم جی رہے تھے۔ لیکن اب جھوٹے وعدے بھی نہیں ہوتے۔ کوئی صورت زندگی کی باقی نہ رہی۔ ہائے! ہائے!! اب تو وہ بھی آسرا جاتا رہا۔ "وہ بھی آسرا جاتا رہا" خوب کہا ہے (صـ۳۵۹)

(۴) "کیا اور کوئی دل کو نہ دے گا بجا درست   جب کار تم نے کہہ دیا بے کار ہو گیا

اس شعر کی ترکیب اور انداز بیان پر حضرت داغ کے شعر کا دھوکا ہوتا ہے یہ معلوم ہوتا ہے عزیز صاحب کے پردے میں داغ بول رہے ہیں۔ کیا اتنا صاف شعر کوئی کہہ سکتا ہے۔ پہلے مصرعہ کی شان روزمرہ کی جان ہے جس قدر بھی داد دی جائے وہ کم ہے۔ طرز بیان پر دل لوٹ پوٹ ہوا جاتا ہے" صـ۳۶۰

(۵) "بام پر وہ تو کسی روز برآمد نہ ہوئے   دیکھنے والوں کا میلا پس دیوار رہا

"وہ تو" یہ ٹکڑا قیامت ہے۔ ایسے الفاظ تلاش سے نہیں ملتے حسن اتفاق سے مل جاتے ہیں" (صـ۳۶۱)

(۶) "حال ابتر ہے شب غم نالۂ شبگیر کا   اس اندھیرے میں پتہ چلتا نہیں تاثیر کا

اس مطلع کو بار بار پڑھتا ہوں اور سر دھنتا ہوں۔ دل لطف اٹھاتا ہے زبان بیان نہیں کر سکتی ایسے ہی مطلع شاعر کا نام روشن کرتے ہیں کہاں تک اس کی

شرح لکھوں دفتر درکار ہے۔" (صد ۳۶۲)

(۷) "بے ثباتی کا اگر رنگ یہی ہے تو عزیز — رونق عالم ایجاد کہاں تک آخر

یہ زمین بھی نئی ہے۔ اب تک کسی کی غزل اس ردیف قافیہ میں نظر نہیں آئی۔ دنیا کی بے ثباتی کا خاص مرقع ہے۔ دوسرے مصرعہ میں غضب کا درد ہے ہائے۔ رونق عالم ایجاد کہاں تک آخر! (صد ۳۶۷)

(۸) "دیکھنا راہ پر آجائے گی آتے آتے — گردش چشم تری گردش ایام نہیں

شعر سے مشاقی ظاہر ہوتی ہے۔ گردش ایام ایک ایسی چیز ہے جس پر کسی کا زور نہیں۔ لیکن تیری گردش چشم آتے آتے کسی نہ کسی طرح راہ پر آہی جائے گی پھر "دیکھنا" یہ لفظ توجہ کے قابل ہے۔ خصوصاً گردش چشم کے لحاظ سے تو بہت ہی موزوں ہے" (صد ۳۶۷)

اس سلسلے کے آخر میں اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ نوح ناروی جن کے مضمون کے اقتباسات درج کئے گئے کوئی معمولی شاعر نہیں ہیں۔ داغ کے انتقال کے بعد ان کے تلامذہ نے انہیں کو جانشین داغ قرار دیا ہے۔ اور اسی رسالہ "رہنمائے تعلیم" کے جوبلی نمبر بابتہ ۱۹۳۱ء میں ان پر بھی تیس صفحات کا ایک تفصیلی مضمون جوش ملیانی نے شائع کیا ہے جس میں ان کے خاندانی حالات اور کلام کی خصوصیات پر نہایت وضاحت سے بحث کی ہے۔ اس مضمون نوح کی شاعری سے یہاں ایک عبارت مقتبس کی جاتی ہے جس سے معلوم ہوگا کہ نوح کس پایہ کے شاعر ہیں:۔

"آپ (یعنی نوح ناروی) بڑے بڑے معرکتہ الآرا مشاعروں۔ حیدرآباد، پٹنہ، گیا، بھوساول، بین پوری، بدایون، فتح پور، غازی آباد، لکھنؤ، سندیلہ، مارہرہ ہاپڑ، شاہجہاں پور، لشکر گوالیار، میرٹھ، الٰہ آباد وغیرہ وغیرہ میں شریک ہوکر داد سخن حاصل کر چکے ہیں۔ اور انہی مقامات سے آپ کو فصیح العصر، تاج الشعرا ناخدائے سخن کے خطاب بھی ملے ہیں۔ آپ کے دو دیوان "سفینۂ نوح" "طوفان نوح" چھپ چکے ہیں۔ پہلے دیوان کے دو ایڈیشن نکلے اور اس قدر مقبول ہوا کہ اب اس کی ایک کاپی بھی کہیں تلاش سے نہیں ملتی۔ دوسرا دیوان کچھ دن ہوئے شائع ہوا ہے اس کی مانگ بھی اس قدر ہے جس سے یقین ہوتا ہے کہ کئی ایڈیشن نکالنے پڑیں گے۔ تیسرا دیوان بھی قریب قریب تیار ہو چکا ہے مگر ابھی شائع نہیں ہوا۔ ہمارے خیال میں اس وقت کوئی ایسا بڑا شہر نہ ہوگا جہاں کوئی نہ کوئی آپ کا شاگرد نہ ہو۔ اس وقت شاگردوں کی تعداد قریب قریب چار سو ہے اس تعداد میں چالیس پچاس آدمی نہایت اچھے کہنے والے ہیں اور بجائے خود صاحب دیوان ہیں" (رہنمائے تعلیم ص ۳۰۹)

غرض ایسی بلند پایہ ہستیوں کے مضامین عزیز کی شاعری کے متعلق اس سے پہلے شائع ہو چکے ہیں اب ان کی شخصیت مزید تعارف کی محتاج نہیں رہی ہے۔ نوح ناروی کے دیوانوں کی طرح اس وقت تک ان کے بھی دو دیوان شائع ہو چکے ہیں اور ایک تیسرا دیوان بھی مکمل ہو چکا ہے مگر ابھی غیر مطبوعہ ہے۔

عزیز کا پہلا دیوان آج سے اٹھائیس سال قبل شائع ہوا تھا۔ اس کے نسخے اب بہت کم یاب ہیں۔ دوسرا دیوان سنہ ۱۳۴۹ھ میں چھپا۔ آج سے ستائیس سال قبل سنہ ۱۳۱۷ھ میں ان کا ایک نہایت دلچسپ واسوخت "ایاغ شباب" شائع ہوا تھا جس نے ایسی مقبولیت حاصل کی کہ اس کے نسخے اصل قیمت سے کئی گونا زیادہ قیمت پر فروخت ہوتے رہے۔ اس کی سب سے اہم خصوصیت زندگی اور زندہ دلی ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ قریب قریب ایک ہزار شعر کی طویل اور مسلسل نظم ہونے کے باوجود شروع سے آخر تک نہایت ہی دلچسپ ہے۔ مجلہ مکتبہ بابت ماہ اکٹوبر سنہ ۱۹۲۶ء میں ابو محمد عمر یافعی صاحب نے جو تفصیلی مضمون "نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیز" کے عنوان سے شائع کیا ہے اس میں اس واسوخت کا کچھ انتخاب بھی درج کیا ہے چونکہ

یہ عزیز کے نہایت قدیم کلام میں سے ہے اس لئے یہاں اس کے تین بند بطور نمونہ درج کرتے ہیں جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عزیز کو عنفوان شباب میں بھی کس درجہ قدرت حاصل تھی۔ وہ ساقی نامہ کے طور پر بہاریہ اشعار کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:۔

پھر طبیعت کی روانی میں دکھاؤں ساقی! پھر نئے سر سے جوانی میں دکھاؤں ساقی
اپنی پھر سحر بیانی میں دکھاؤں ساقی شان الفاظ و معانی میں دکھاؤں ساقی
رنگ جم جائیں مضامیں کے گل ایسے پھولیں
بلبلیں فصل بہاری کے ترانے بھولیں

باغ کی تعریف میں سے ایک بند یہ ہے:۔

غنچے پھولوں کے نمایاں دُرِ دنداں کی طرح — سرو استادہ روش پر قدِ جاناں کی طرح
روشنی تھی زرِ گل میں رخِ تاباں کی طرح — بکھری سنبھل تھی کہیں زلفِ پریشاں کی طرح

قابلِ دید تھی جادو نظری نرگس کی
ایک کی دو کی ہو تعریف کروں کس کس کی

عشق و محبت کی تعریف میں لکھا ہے :-

نامور اس کی بدولت ہوئے کیسے کیسے — رونق بزمِ محبت ہوئے کیسے کیسے
صاحبِ شوکت و عظمت ہوئے کیسے کیسے — اس سے اعجاز و کرامت ہوئے کیسے کیسے

دی زلیخا کو نئے سر سے جوانی کس نے
اور کی قیس کی مشہور کہانی کس نے

عزیز نے بعض اچھی تاریخیں بھی کہی ہیں جن میں سے تین خاصکر قابلِ ذکر ہیں
اعلیٰ حضرت غفراں مکاں کی ولادت کی تاریخ استاد فیض نے "چراغِ دکھن" (۱۲۸۳ھ) سے نکالی تھی، اور اُن کی وفات کی تاریخ عزیز نے "چراغِ بہشت" (۱۹۱۱ء) سے چنانچہ ان کا آخری مصرعہ ہے۔ "چراغِ دکھن شد چراغِ بہشت"۔

نواب سر آسمانجاہ اعظم الامرا کے صاحبزادہ نواب معین الدولہ بہادر امیر اکبر جب اُن کے زمانہ وزارت میں پیدا ہوئے تو عزیز نے قطعہ تاریخ لکھا تھا جس کا آخری مصرعہ ہے "خلفِ الصدق وزیرِ سلطان" (۱۳۰۸ھ)

اعلیٰحضرت آصفجاہ سابع کی خدمت میں جب جامعہ عثمانیہ نے خطاب "سلطان العلوم"

کی نذر پیش کی تو عزیز نے یہ قطعہ تاریخ لکھا تھا:۔

قدر دانِ علم تو ہے علم تیرا قدر داں ۔۔۔ اے نظام الملک آصفجاہ خاقانِ علوم

ایک تیری ذات سے سرسبز ہے کشتِ عمل ۔۔۔ ایک تیرے دم سے تازہ ہے گلستانِ علوم

مصرعِ تاریخ کہہ کر نذر کو لایا عزیز

محسن عالم ہے تو اے شاہ سلطان علوم

۱۳۴۳ ف

عزیز کو اپنے گذشتہ پچاس سالہ عہدِ شاعری میں جتنے شعر کہنے کا موقع ملا ہوگا اُن کی تعداد تو شاید اُنہیں بھی نہ معلوم ہو کیونکہ مشہور ہے کہ وہ اپنے تلامذہ اور دوستوں کو اپنے بہت سے شعر دیدیا کرتے ہیں۔ مگر جو کلام اس وقت تک مدون ہو چکا ہے اُس میں بھی قریب قریب دس ہزار شعر ہیں۔ ان میں سے موقتی نظموں، سلاموں، رباعیوں، اور واسوخت وغیرہ کو نکالنے کے بعد بقیہ تقریباً آٹھ ہزار شعر محض غزل کے ہیں۔ میں ان کا ممنون ہوں کہ انہوں نے اس انتخاب کے سلسلہ میں اپنا بہت کچھ کلام (مطبوعہ اور غیر مطبوعہ) مجھے عنایت کیا اور اس طرح میں اس قابل ہو سکا کہ اس میں سے قریب ایک ہزار شعر اپنی پسند کے انتخاب کر سکوں۔ میں پروفسر عبدالقادر سروری صاحب کا بھی شکر گذار ہوں کہ انہوں نے میرے انتخاب پر نظر ثانی کی زحمت گوارا کی۔

سید محی الدین قادری

رفعت منزل بوماجی گوڑہ
۲۰ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ
۲۲ جون ۱۹۳۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کچھ اس طرح مرے لب پہ خدا کا نام آیا   ہوا یہ شور کہ موسیٰ کا ہمکلام آیا
ازل سے حسن کے ہم قدرداں کچھ ایسے تھے   کہ زندگی میں ہمیں حور کا پیام آیا
کہو کلیم ہوئیں کیا حضور سے باتیں   ہمارا ذکر بھی کوئی دمِ کلام آیا

دل منکرِ اسرارِ بقا محرم نہ ہوا تھا   جب شیفتۂ کاکلِ پرخم نہ ہوا تھا
کس روز نہ آئی تھیں بلائیں مرے سر پہ   کس روز مزاج آپ کا برہم نہ ہوا تھا
اے حسنِ ازل تو نے بدل دی مری حالت   میں لطف کا خوگر تھا مجھے غم نہ ہوا تھا
اس طرح کی اب ان سے ملاقات ہے گویا   پیمانِ محبت کبھی باہم نہ ہوا تھا

میرے لئے یہ کم نہیں سرمایہ ناز کا — میں ہوں نیاز مند بڑے بے نیاز کا
یہ سب نیاز مندی عاشق کا ہے اثر — بازار گرم ہے جو ترے کبر و ناز کا
ہو جائے عمر ختم مگر یہ محال ہے — قصہ ہو مختصر تری زلفِ دراز کا

منفصل سے متصل، تفریق سے بیگانہ تھا — جب نہ ظاہر تھا کوئی اس وقت بھی یارانہ تھا
کیوں ہوئے بے ہوش موسیٰ طور سینا کیوں جلا — صاعقہ تھا، برق تھی، یا ناز معشوقانہ تھا
بیش و کم کی خواہشیں تو ہیں اضافی صورتیں — ہے ملی اتنی مجھے جتنا مرا پیمانہ تھا

جفا دیکھنی تھی ستم دیکھنا تھا — نصیبوں میں رنج و الم دیکھنا تھا
وہ آتے نہ آتے شبِ وعدہ لیکن — مجھے دے کے سر کی قسم دیکھنا تھا
مری سخت جانی کی کیوں ہے شکایت — ذرا اپنے خنجر کا دم دیکھنا تھا
ڈبو کر مرے دل کو رونے سے حاصل — اس آفت کو بھی چشمِ نم دیکھنا تھا
خجالت ہوئی اس کے کوچے میں کیا کیا — مجھے پہلے نقشِ قدم دیکھنا تھا
اٹھا کر نگاہوں سے غفلت کا پردہ — کبھی یوں بھی سوئے حرم دیکھنا تھا
وفائیں کہاں کی کہاں کی محبت — انھیں تو مجھے دے کے دم دیکھنا تھا

مجھے دیکھنی تیری ہمت تھی ساقی　　بہت دیکھنا تھا نہ کم دیکھنا تھا
کٹی شامِ فرقت غریزیہ آہ کیوں کر　　ذرا آئینہ صبحدم دیکھنا تھا

آرام اپنے بس کا ہے بس میں نہیں ہے کیا　　گلشن میں کیا دھرا ہے قفس میں نہیں ہے کیا
اپنی خوشی سے طائرِ جاں کس طرح اڑے　　اچھا ہوا یہ تارِ نفس میں نہیں ہے کیا
لیلیٰ سے پوچھتا رہا مجنوں یہ بار بار　　آواز میرے دل کی جرس میں نہیں ہے کیا
وارفتگانِ عشق کو کیا اس سے واسطہ　　کیا ہے ہوس میں اور ہوس میں نہیں ہے کیا
گلشن کی یاد لیتی ہے رہ رہ کے چٹکیاں　　سامانِ اضطراب قفس میں نہیں ہے کیا

محبت تیری کیا، تیری وفا کیا　　ذرا پھر تو کہو تم نے کہا کیا
گئی گذری ہوی باتوں سے حاصل　　اب ان کا شکوہ کیا ان کا گلا کیا
شبِ غم اشک میرے تھم گئے کیوں　　یہ ہے آخر الٰہی ماجرا کیا
خطا کے بعد میں یہ سوچتا ہوں　　خطاؤں کی ملے گی اب سزا کیا
انہیں سے کر رہا ہوں ان کے شکوے　　الٰہی خیر ہو مجھ کو ہوا کیا
رہو گے حسن پر مغرور کب تک　　نہ بدلے گی زمانہ کی ہوا کیا

محبت کی ملے گی داد آخر — مری بیکار جائے گی وفا کیا
کروں گا جان اپنی نذر اک دن — نہ ہوگا فرض مجھ سے یہ ادا کیا
یہ سن کر بڑھ گئی دل کی تڑپ اور — نہ ہو تعزیر جس کی وہ خطا کیا
نگاہوں میں سماتا اس کا جلوہ — اگر میں دیکھتا بھی، دیکھتا کیا
مصیبت میں عزیزؔ انساں کرے صبر — خبر کس کو، کرے آخر خدا کیا

عفو گناہ کے لئے ساقی کے روبرو — سو بار توبہ کر کے میں توبہ شکن ہوا
نیرنگیِ خیال کا اللہ رے اثر — صحرا ہوا چمن، کبھی صحرا چمن ہوا
فرقت میں بے وفاؤں کی رونے سے فائدہ — ہونا تھا جو نصیب میں رنج و محن ہوا
کچھ کم نہ تھی سیاہیِ عصیاں مگر عزیزؔ — مٹی میں دب کے اور بھی میلا کفن ہوا

روگ جی کا فراق ہے گویا — سانس لینا بھی شاق ہے گویا
تم سے کب تھی وصال کی امید — یہ بھی اک اتفاق ہے گویا
وصل سے کم نہیں امید وصال — ناامیدی فراق ہے گویا
آنکھیں ملتی ہیں، دل نہیں ملتے — دونوں جانب نفاق ہے گویا

دشمنی تو ہے دشمنی ان کی　　دوستی بھی نفاق ہے گویا
اس طرح سن رہے ہیں میرا حال　　ان کو بھی اشتیاق ہے گویا
دل لگانا ہے کھیل غیروں کو　　جان دینا مذاق ہے گویا
آتے جاتے ہیں وہ تصور میں　　ان سے اب اتفاق ہے گویا

عشق میں کافروں کا بھی ادب کرنا پڑا　　جو نہ کرنا چاہئے تھا مجھ کو سب کرنا پڑا
تیرے احساں کے تصدق بے نیازی کے نثار　　قہر سے ڈرنا پڑا خوفِ غضب کرنا پڑا
بلبلوں کو بھی ہوا کا رخ بدلتا دیکھ کر　　زاغِ صحرا کی طرح شور و شغب کرنا پڑا
خود محرک ہو گئیں مجبوریاں انساں کی　　ہر ہزیمت پر ہمیشہ شکرِ رب کرنا پڑا
درد سہنے کے لئے صدمے اٹھانے کے لئے　　ان سے دل اپنا مجھے واپس طلب کرنا پڑا

درد جاتا نظر نہیں آتا　　حال اچھا نظر نہیں آتا
اس خرابات میں خراب نہ ہو　　کوئی ایسا نظر نہیں آتا
تم سے کیا کیا کہوں محبت میں　　مجھ کو کیا کیا نظر نہیں آتا
صبح ہونے کو ہے شبِ وعدہ　　کوئی آتا نظر نہیں آتا

وہی اندھے ہیں عقل کے جن کو   عیب اپنا نظر نہیں آتا
دل میں جب تک ہے رشکِ غیر عزیزؔ   کوئی تنہا نظر نہیں آتا

نہ بدلنا تھا نہ بدلا دلِ شیدا اپنا   رنگ ہر وقت بدلتی رہی دنیا اپنا
صورتِ آتشِ خاموش جلا کرتا ہوں   دیکھتا ہوں شبِ غم آپ تماشا اپنا
زخم نے داد نہ دی درد نے فریاد نہ کی   رہ گیا تھام کے قاتل بھی کلیجا اپنا
اعتبار اس کا فروغ اس کا نصیبا اس کا   جس کو سمجھے وہ بتِ آئینہ سیما اپنا
دیر کی حد سے الگ خانۂ کعبہ سے جدا   فہم و ادراک سے باہر ہے ٹھکانا اپنا
حسن ہے دادِ خدا عشق ہے امدادِ خدا   غیر کا دخل نہیں بخت ہے اپنا اپنا
یہ سمجھ لے تو کوئی راہ سے کیوں کر بھٹکے   تابعِ حکمِ الٰہی ہے ارادا اپنا
موجیں آوارہ نہ ہوتیں تو نہ ہوتا طوفاں   قدم آگے نہ بڑھاتا کبھی دریا اپنا
وہ سنیں یا نہ سنیں نالہ و فریاد عزیزؔ   آپ ہرگز نہ کریں ترکِ تقاضا اپنا

بکھرنا وہ ہوا سے ان کے رخ پر زلفِ پیچاں کا   سماں تھا میری آنکھوں میں بہارِ سنبلستاں کا
الٰہی زخمِ دل کیوں کر چھپاؤں چھپ نہیں سکتے   رلاتا ہے مجھے ہنسنا مرے چاکِ گریباں کا

نہیں اُٹھتی نظر اُن کی، نہیں ملتی، نہیں جمتی نہیں کھلتا کدھر دیکھا، کسے تاکا، کسے جھانکا
لگی ہے آگ کچھ ایسی بجھائے سے نہیں بجھتی بنا ہے دل مرا شعلہ چراغِ شامِ ہجراں کا
چھپاتے کس طرح مجھ سے کراماً کاتبیں آخر نظر میں تھا مری اک ایک نقطہ فردِ عصیاں کا
کہاں وہ نوح کا طوفاں کہاں یہ اشک افشانی تلاطم دید کے قابل ہے میری چشمِ گریاں کا
نہیں اٹھتی زباں میری، نہیں اٹھتے قدم میرے مجھے مبہوت کر دیتا ہے سناٹا بیاباں کا

جان بھی لی خونِ تمنا کیا ایک نہیں نے تری کیا کیا کیا
عرضِ تمنا بھی کوئی جرم تھا آپ نے تو اتنے کو اتنا کیا
چھین لیا آنکھوں ہی آنکھوں میں دل ان کی نگاہوں نے تماشا کیا
دوست بہت تھے مگر ان سے عزیزؔ ذکر کسی نے نہ ہمارا کیا

اٹھائیں ہجر کی شب دل نے آفتیں کیا کیا امیدِ وصل میں جھیلیں مصیبتیں کیا کیا
خیال کر کے میں ڈرتا ہوں ہجر کا اب تک پھری ہیں سامنے آنکھوں کے صورتیں کیا کیا
وہی ہے جام وہی مے، وہی سبو لیکن بدل گئی ہیں زمانے کی نیتیں کیا کیا
دبی زبان سے کرتے ہیں غیر در پردہ تمہارے منہ پہ تمہاری شکایتیں کیا کیا

لٹایا مجھ کو بھی، ساقی کو بھی، رقیب کو بھی　دکھائیں بنتِ عنب نے کرامتیں کیا کیا
ستم میں لطف، جفا میں ادا، نگاہ میں ناز　عتاب میں بھی ہیں پنہاں عنایتیں کیا کیا
پہنچ ہی جائیں گے گر پڑ کے عرش تک نالے　ابھارتی ہیں مرے دل کو ہمتیں کیا کیا
کروں میں ان کی شکایت عزیزؔ جھوٹ غلط　گھڑی ہیں دل سے رقیبوں نے تہمتیں کیا کیا

نہ جان جاتی نہ یوں تڑپتے نہ تم کو ہم سے ملال ہوتا
یہ کاش پہلے ہی ہم سمجھتے یہ کاش پہلے خیال ہوتا
متاع دل کی نہ تھی حقیقت میں ان پر اس کو نثار کرتا
کبھی تو وہ یہ سوال کرتے کبھی تو ایسا سوال ہوتا
نہیں ہے احباب سے شکایت نہیں ہے احباب کا گلا کچھ!
عزیزؔ دشمن بھی قدر کرتے جو ہم میں کوئی کمال ہوتا

جس کا دل تھا اس سے پوچھو اس کا حال　تم کو کیا، جاتا رہا جاتا رہا
ہائے وہ رسمِ محبت مٹ گئی　شیوۂ مہر و وفا جاتا رہا

میری نظر سے گرمیٔ بازار دیکھنا ملتے ہیں ہر قدم پہ خریدار دیکھنا
کس دھن میں کس خیال میں کس اشتیاق میں دم توڑتا ہے عشق کا بیمار دیکھنا
میرے خدا نے مجھ کو دکھایا نصیب سے کس کو نصیب تھا ترا دیدار دیکھنا
دردِ فراق کا مرے یہ بھی ہے اک علاج خاموش بیٹھنا، کبھی اخبار دیکھنا
پامال کر نہ دے کہیں دشمن کو میرے ساتھ مڑ مڑ کے تیرا یوں دمِ رفتار دیکھنا
آسان ہم سمجھتے تھے جس کام کو عزیزؔ قسمت سے ہو گیا وہی دشوار دیکھنا

دل وہی دل جس میں رہتی تھی خوشی ناوکِ غم کا نشانہ ہو گیا
رکھ لئے دو چار تنکے جس جگہ بلبلوں کا آشیانہ ہو گیا
سرگذشتِ عمر کا اک ایک حرف سارے عالم میں فسانہ ہو گیا
پھر وہی ہم ہیں وہی دیوانگی کنجِ وحشت آشیانہ ہو گیا
دیکھنا خلق و مروت کی کشش تھا جو بیگانہ یگانہ ہو گیا
راز تھا یہ عشق جب تک راز تھا اب تو واقف اک زمانہ ہو گیا

رہ رہ کے روزِ محشر رحمت پکارتی ہے مشکل ہے نیک و بد میں اب امتیاز کرنا

کھل جائے گی حقیقت کیا چیز ہے محبت　　گر ہو سکے تو اے دل عشقِ مجاز کرنا
ٹیڑھی ہے راہ الفت ڈر ہے لگے نہ ٹھوکر　　اے دل ذرا سنبھل کر گردن فراز کرنا
حوروں کی آرزو نے زاہد کو مار ڈالا　　ہر روز صبح اٹھنا فکرِ نماز کرنا

کہتے ہیں غیر یہ بس چل سکے کیوں کر تیرا　　تیرے قابو میں نہیں جب دلِ مضطر تیرا
خط بدل کر تو خط شوق سبھی لکھتے ہیں　　ہم نے لکھا تجھے خط نام بدل کر تیرا
کون ہے رسمِ محبت نہیں جس کو تجھ سے　　کون ہے نام نہیں جس کی زباں پر تیرا
کس طرح ہوگی گناہوں کی مرے گنجائش　　اتنا پھیلاؤ نہیں عرصۂ محشر تیرا
کیا رہا میرے لئے باغ جہاں میں بلبل　　شمع پروانہ کی ہے اور گلِ تر تیرا
شوخیوں کی بھی کوئی حد ہے دمِ آرائش　　عکس آئینہ سے ہو جائے نہ باہر تیرا
دل کی دل ہی میں کہیں رہ جائے نہ حسرت میری　　چلتے چلتے کہیں رک جائے نہ خنجر تیرا

ناخدا کی کیا ضرورت جب محافظ ہے خدا　　جس جگہ ڈوبی مری کشتی وہیں ساحل بنا
دم بدم بنتی سنورتی ہیں تمھاری کاکلیں　　دم بدم بننے بگڑنے کو ہمارا دل بنا
دیکھنی ہو گر لیاقت مانی و بہزاد کی　　پہلے اپنے آپ کو تصویر کے قابل بنا

کچھ ہجوم یاس اپنا مانع دیدار تھا   کچھ غبار راہ اڑ کر پردۂ محمل بنا

راز دل آنکھوں سے ظاہر ہو گیا   سلسلہ اشکوں کا مخبر ہو گیا

میری جانب سے تھا ان کو جو ملال   گفتگو میں آج ظاہر ہو گیا

کوئی نکلی، کوئی حسرت رہ گئی   وصل کا دن جلد آخر ہو گیا

جو نہ کرنا تھا کیا وہ عشق نے   جو نہ ہونا تھا وہ آخر ہو گیا

بزم سے اغیار اٹھ کر چل دیے   میرا آنا بار خاطر ہو گیا

عمر بھر مجھ کو حسینوں سے سروکار رہا   اسے تاکا، اسے جھانکا، یہی آزار رہا

مجرم عشق کی فریاد کسی نے نہ سنی   داور حشر بھی اچھوں کا طرفدار رہا

وہ تو اک دن بھی عیادت کو نہ آئے میری   میں تو ہر وقت اسی شوق میں بیمار رہا

اب تو کہتے ہو قیامت میں ملیں گے تجھ سے   حشر کے دن بھی اگر مجمع اغیار رہا؟

بام پر وہ تو کسی روز برآمد نہ ہوئے   دیکھنے والوں کا میلا پس دیوار رہا

اپنے جنازے کی پڑھی خود نماز   یہ بھی تھا اک فرض ادا ہو گیا

آئینۂ دل میں عجب تھی کشش   عکس ترا جلوہ نما ہو گیا
کس سے کہوں اپنی مصیبت کا حال   ضعف گھٹا درد سوا ہو گیا
مصلحتِ وقت سمجھتا ہوں میں   غیر جو پابندِ وفا ہو گیا
تابِ غمِ بارِ ندامت کسے   بوجھ سے شل دستِ دعا ہو گیا
تذکرۂ دردِ جدائی فضول   مِل گئے تم ختم گلا ہو گیا
وجہ تسلی تھا شبِ ہجر خواب   آنکھ کھلی حال برا ہو گیا
ہو گی رقیبوں کو بقائے دوام   میں تو محبت میں فنا ہو گیا

کیا خبر تھی انقلاب اے باغباں ہو جائے گا
یہ تر و تازہ چمن وقفِ خزاں ہو جائے گا
کوستے ہیں وہ جو مجھ کو شوق سے کوسا کریں
کچھ نہیں تو نام ہی وردِ زباں ہو جائے گا

کہاں تک آخر حیا وہ کرتے کہاں تک آخر حجاب ہوتا
ہمارا ذوقِ نگاہ بڑھ کر خود اُن کے رخ کی نقاب ہوتا

نہ رکھتا اس طرح سے سکتا لگا تا اک ہاتھ اور قاتل!
اِدھر فراغت مجھے بھی ہوتی اِدھر تجھے بھی ثواب ہوتا

دمِ تکلّم کسی کے آگے ہم اپنے دل کو بھی دیتے دھوکے!
ملاتے چن چن کے لفظ ایسے سوال گویا جواب ہوتا

سزائے جرم محبت اپنی عطائے رحمت سے کم نہیں کچھ!
نہ ہوتی تعزیر کی جو لذت عزیزؔ کس پر عتاب ہوتا

دل تو سنتا ہے کوئی اور سنے یا نہ سنے — پردۂ غیب سے آتی ہیں ندائیں کیا کیا
مے پرستوں کی دعاؤں کا اثر ہے ساقی — جھوم کر روز برستی ہیں گھٹائیں کیا کیا
ذوقِ تعزیر نے عادت کو بگاڑا ان کی — بے گناہوں کو بھی ملتی ہیں سزائیں کیا کیا
میرے اُن کے تو صفائی ہے مگر ڈرتا ہوں — بیچ والے نہیں معلوم لگائیں کیا کیا
عشق کا ساز جو چھیڑا ہے دلِ نالاں نے — گونجتی ہیں مرے کانوں میں صدائیں کیا کیا
ہجر میں لے اثری کا میں کہوں کیا عالم — لب پر آ کر ہوئیں شرمندہ دعائیں کیا کیا
دیدنی ہے چمن دہر کا نقشہ بھی عزیزؔ — رُت بدلتے ہی بدلتی ہیں ہوائیں کیا کیا

ڈھونڈتا پہلو کوئی آرام کا ‏ ‏ کام تھا یہ بھی دل خود کام کا
مجھ کو چپ رہنے کی عادت ہو گئی ‏ ‏ ان کو چسکا پڑ گیا دشنام کا
مہوشوں کے آج کل وردِ زباں ‏ ‏ حرف ہے اک ایک میرے نام کا
ساقیا صافی میں چھن کر اور بھی ‏ ‏ رنگ نکھرا بادۂ گلفام کا
رکھ دیا لے کر ہمارا نقد دل ‏ ‏ کہدیا ہنس کر مرے کس کام کا
آ گیا جس وقت توبہ کا خیال ‏ ‏ پھر گیا آنکھوں میں نقشہ جام کا
رند ہو، زاہد ہو، یا مے خوار ہو ‏ ‏ چاہیے سب کو خیال انجام کا
جس کو دنیا موت کہتی ہے عزیزؔ ‏ ‏ دوسرا اک نام ہے آرام کا

وہ کہہ رہے ہیں تجھے ناصبور میں نے کیا ‏ ‏ خطا مجھی سے ہوئی یہ قصور میں نے کیا
یہ اقتضائے محبت ہے، شانِ حسن نہیں ‏ ‏ پری بنایا تجھے میں نے، حور میں نے کیا
بنائے ایک کے، دو دو کے چار، چار کے آٹھ ‏ ‏ پٹک کے شیشۂ دل چور چور میں نے کیا

زندگی نام ہے محبت کا ‏ ‏ مرگ انجام ہے محبت کا
اپنے گن کی خبر نہیں اُن کو ‏ ‏ مجھ پر الزام ہے محبت کا

کس طرح نکلے باغ سے بلبل   بوئے گل دام ہے محبت کا
تم سنبھالو تو آرزو نکلے   یہ بھی اک کام ہے محبت کا
خاص مجھ پر نہیں نگاہ کرم   قاعدہ عام ہے محبت کا
روح کے واسطے تنِ خاکی   ایک احرام ہے محبت کا
میری ضد سے ہوس پرستوں میں   نام بدنام ہے محبت کا

مٹی ہے گلشن عالم میں طرح آشیاں کیا کیا   چلی ہیں آندھیاں کیا کیا گری ہیں بجلیاں کیا کیا
الٰہی پیچ والوں کی دراندازی نہیں جاتی   یہ کہتے ہیں یہاں کیا کیا لگاتے ہیں وہاں کیا کیا

. . . .

دل گیا، کس کا، ہمارا دل گیا   بے وفا تھا، بے وفا سے مل گیا
سخت جانی نے مجھے تڑپا دیا   نیم بسمل چھوڑ کر قاتل گیا
مے کشو ساقی پر اپنا زور کیا   ہے بہت گر ایک ساغر مل گیا
قیس کی آنکھوں میں کیا لیلیٰ نہ تھی   کیوں یہ کہتا تھا کدھر محمل گیا

وہ بھی ہیں بے تاب، ہم بھی مضطرب — دل لگی کا یہ نتیجہ مل گیا
میرے نالوں سے فغاں سے آہ سے — آسماں چکرا گیا، ہل ہل گیا
آپ کی محفل ہے یا چوروں کا گھر — جس کو دیکھو چھینتا ہے دل گیا

ظالم ترے وعدوں نے دیوانہ بنا رکھا — شمع رخ انور کا پروانہ بنا رکھا
سبزہ کی طرح مجھ کو اس گلشن عالم میں — اپنوں سے بھی قسمت نے بیگانہ بنا رکھا
تقلید یہ اچھی کی ساقی نے مرے دل کی — ٹوٹے ہوئے شیشہ کا پیمانہ بنا رکھا
دعوی تری الفت کا کہنے میں نہیں آتا — غیروں نے مگر اس کا افسانہ بنا رکھا
افسوس نہ کی دل کی، کچھ قدر عزیز افسوس — کعبہ تھا اسے تو نے بت خانہ بنا رکھا

ذکر دشمن بھی تماشا ہو گیا — مجھ کو حیرت، ان کو سکتا ہو گیا
دل کی قیمت تھی نگاہ شرمگیں — آنکھوں آنکھوں میں یہ سودا ہو گیا
بے خودی میں لذت دیدار تھی — کھل گئیں آنکھیں تو پردا ہو گیا
پھاڑ کر دست جنوں، دامان صبر — اپنے ہاتھوں آپ رسوا ہو گیا
کر چکے، تم کر چکے میرا علاج — ہو گیا بیمار اچھا ہو گیا

کیا بتاؤں اپنے دل کا تم کو حال　　کیا کہوں کس نے لیا، کیا ہو گیا
میرے دل پر مجھ کو حیرت ہے عزیز　　تھا یہ کس کا، اور کس کا ہو گیا

طریق عشق میں اپنے ہی مضطرب دل کو　　صلاح کار نہ کرتا تو اور کیا کرتا
انھیں تو کھیل تھا وعدہ مگر یہاں دن بھر　　میں انتظار نہ کرتا تو اور کیا کرتا
غرض یہ تھی کہ وہ الجھیں ہیں اپنی باتوں کو　　جو پیچدار نہ کرتا تو اور کیا کرتا
سمجھ لیا تھا کہ جھوٹا ہے ان کا قول مگر　　میں اعتبار نہ کرتا تو اور کیا کرتا
نہ آئے تم تو تمھاری شبیہ دلکش کو　　عزیز پیار نہ کرتا تو اور کیا کرتا

آہ سے پہلے اثر یاد آیا　　ہوش اتنا دم قسر یاد آیا
رک گئی سانس جو چلتے چلتے　　کون ہنگام سفر یاد آیا
عمر رفتہ کا دم نزع حساب　　بھول جاتا تھا مگر یاد آیا
دیکھ کر دشت جنوں کی رونق　　مجھ کو بے ساختہ گھر یاد آیا
ہو چکا حشر تو اللہ رے یاد　　کشتۂ تیغ نظر یاد آیا
آنکھ کھلتے ہی کھلا باب قبول　　نالۂ وقت سحر یاد آیا

مٹ چکی دولتِ دنیا تو عوض میں   اب کہیں زادِ سفر یاد آیا

توبہ کے بعد مائلِ پندار کر دیا   زاہد کی صحبتوں نے گنہگار کر دیا
وصفِ مئے طہور کہاں تک سنے کوئی   آخر اسی کی حرص نے مے خوار کر دیا

نہیں ہے وہ عیار پرفن کسی کا   کسی سے محبت، نہ دشمن کسی کا
نہ ہو جائے قطع محبت کسی سے   نہ کھل جائے دامن سے دامن کسی کا
عجب چال چلتا ہے پیرِ فلک بھی   کسی کا یہ ہے دوست دشمن کسی کا
تڑپتی ہے ہر دم جلانے کو بجلی   کھٹکتا ہے کیا کیا نشیمن کسی کا

ایسا تو گرم معرکۂ امتحاں نہ تھا   کیا پہلے یہ زمیں نہ تھی یہ آسماں نہ تھا
فکرِ مآل و خدشۂ سود و زیاں نہ تھا   اتنا تو بدحواس دلِ بدگماں نہ تھا
کیوں التفاتِ غیر کو سمجھوں نہ اتفاق   تم مہرباں نہ تھے تو کوئی مہرباں نہ تھا

سخت جانی کا مری ذکر کسی نے نہ کیا   مفت میں نام ہوا اُن کی مسیحائی کا

اور بھی دل کی تڑپ ہجر میں بڑھ جائے گی — ہم نشیں نام نہ لیں صبر و شکیبائی کا
دیکھنا حشر میں چمکے گا ستارا بن کر — داغ مٹتا ہے کہیں ناصیہ فرسائی کا
یہ بیاں اور یہ انداز، یہ ترکیب سخن — کون ہے جو نہیں قایل تری گویائی کا

دل فدائے حبیب ہوتا ہے — یوں تقرب نصیب ہوتا ہے
آتشِ غم دبی رہی ورنہ — خاک جل کر رقیب ہوتا ہے
عشق کی گر ہوا بدل جاتی — برگ گل عندلیب ہوتا ہے

اب تو امیدِ شہادت پہ ہے قاتل، زندگی — بن گیا دم کا سہارا دم تری شمشیر کا
ہم زبانی کر رہے ہیں دعوئ مہر و وفا — وہ حوالہ دے رہے ہیں غیر کی تحریر کا
آسماں سے جور کا، تم سے جفا کا کیا گلا — میرے آگے آ گیا لکھا مری تقدیر کا
چھوٹ جاؤں قید غم سے زندگی میں کیا مجال — ربع مسکوں ہے احاطہ خانۂ زنجیر کا
بے ثباتی جہاں کا نقش دل میں جم گیا — دیکھتے ہی دیکھتے رنگ اڑ گیا تصویر کا

ذکر حسن و جمال کا نکلا — سلسلہ عرض حال کا نکلا

ہم سمجھتے تھے آئینہ لیکن دل مرقع خیال کا نکلا
میں صدائے شکست کو سمجھا دم کسی پائمال کا نکلا
آخر الامر فن شعر عزیزؔ نقص اپنے کمال کا نکلا

جواب خط کا مجھے انتظار کرنا تھا پیامبر کا ذرا اعتبار کرنا تھا
امید وصل بر آتی ضرور بر آتی طریقہ سہل کوئی اختیار کرنا تھا
قیام حشر سے اوّل حساب سے پہلے مجھے گناہوں کا اپنے شمار کرنا تھا
یہ تجھ سے چوک ہوئی ان کے روبرو قاصد ہمارا ذکر ذرا ایچ‌دار کرنا تھا
تری تڑپ سے مجھے کچھ خوشی نہیں اے دل انھیں بھی اپنی طرح بے قرار کرنا تھا
مٹائے سے نہیں مٹتا نصیب کا لکھا متاع عمر کو ان پر نثار کرنا تھا
عدو کے ذکر سے میرا نہ تھا کوئی مطلب مجھے تو آن کو فقط ہوشیار کرنا تھا

اُن کو تنہا مکان میں دیکھا خود نمائی کی شان میں دیکھا
دشمنوں کو بنا لیا اپنا یہ اثر بھی زبان میں دیکھا
دیدۂ شوق نے ترا جلوہ ہر جگہ ہر مکان میں دیکھا

اپنے دل کا نشان مر مٹ کر   گم شدہ کارواں میں دیکھا
نہ ملا تجھ سا، دوسرا نہ ملا   ہم نے دونوں جہان میں دیکھا

کیا اور کوئی دل کو نہ لے گا بجا درست   بے کار تم نے کہہ دیا بے کار ہو گیا
وہ اُن کا تیز تیز نگاہوں سے دیکھنا   اک تیر تھا کہ دل سے مرے پار ہو گیا

اڑا لینا یوں ہی دل مجھ حزیں کا   نیا جادو تھا چشمِ سُرمگیں کا
تصور کو دعائیں دے رہا ہوں   لیا ہے کام اس سے دوربیں کا
پڑی ٹھنڈک کلیجے میں جگر میں   اثر الٹا ہے آبِ آتشیں کا

روزِ ازل سے آنکھ کا پردہ حجاب تھا   تارِ نگاہ رشتۂ بندِ نقاب تھا
تسکینِ قلب میں بھی مرے اضطراب تھا   دنیا کا انقلاب نگاہوں میں خواب تھا
محشر میں دل جلوں کو یہ معلوم ہو گیا   دوزخ کا نام تو فقط ان کا عتاب تھا
اس بیوفا کو دل جو دیا چوک ہو گئی   قسمت کا کیا گلا ہے مرا انتخاب تھا
روزِ جزا حساب ہی میں شام ہو گئی   پیچیدہ کچھ گناہوں کا ایسا حساب تھا

توبہ کے بعد بھی یہ رہی اپنی کیفیت نشہ کی طرح آنکھوں میں ذوقِ شراب تھا
دشمن کا راہ و رسم محبت میں کیا گلا دشمن تو خود مرا دل خانہ خراب تھا

ایسے نازک ہو مرا داغ اٹھایا نہ گیا دو قدم ساتھ جنازے کے بھی آیا نہ گیا
آئینہ لے کے ذرا دیکھ لو صورت اپنی عشق وہ راز ہے تم سے بھی چھپایا نہ گیا
سوتے فتنوں کو جگاتی رہی رفتار تری میری سوئی ہوئی قسمت کو جگایا نہ گیا

تسکین نہیں ہوتی کیوں دل کو مرے ظالم یہ مان لیا وعدہ جھوٹا تو نہیں ہوتا
یہ مجھ سے اشارہ ہے اس چشم سخن گو کا تکرار میں آپس کی جھگڑا تو نہیں ہوتا

چرخ کیا ہے چرخ کی بنیاد کیا رائگاں جاتی مری فریاد کیا
تھم گیا ہے کس لئے درد جگر رک گیا ہے خنجر بیداد کیا
چھوڑ کر پھولوں کا دامن باغ میں اڑ رہی ہے نکہت برباد کیا
اس طرح جھوٹی قسم سے آپ کی شاد ہوتا یہ دل ناشاد کیا
کنج وحشت میں بھی تنہائی کہاں چھوڑتا مجھ کو مرا ہمزاد کیا

داد ملتی ہے کہاں فریاد کی　　اس سے بڑھ کر اور ہو بیداد کیا

گن رہا ہوں حرف ان کے عہد کے　　مجھ کو دھوکا دے رہی ہے یاد کیا

کیا رہا اب آشیانے میں مرے　　دیکھتا ہے ہر طرف صیاد کیا

دور منزل اور دل ہے ناتواں　　کیا خبر اس کی پڑے افتاد کیا

کیوں نہ کھلتے ہجر کی شب بھی عزیزؔ　　بند ہی رہتے لب فریاد کیا

دنیا کا عجب حال ہے دیکھا نہیں جاتا　　اس پر بھی مگر ذوق تماشا نہیں جاتا

اے طالب آرام جبیں سائی سے حاصل　　تقدیر کا لکھا تو مٹایا نہیں جاتا

ب

غیر کیا جانیں غیب کی باتیں　　میں سمجھتا ہوں آپ کا مطلب

کیا کہا، کیا کہا، ادھر دیکھو　　اب کسی سے نہیں رہا مطلب

خیر یہ بھی شگون ہے اچھا　　نہ پڑھا خط مگر سنا مطلب

میرے ارمان آپ کے ارمان　　میرا مطلب ہے آپ کا مطلب

پ

تشنگی میں نہ رہا کچھ بھی خیال — مے کشو میں نے تو پی آپ ہی آپ
ان کے وعدوں کا جب آتا ہے خیال — مجھ کو آتی ہے ہنسی آپ ہی آپ
وجہ بھی کوئی نہ تھا کوئی سبب — بڑھ گیا رنج دلی آپ ہی آپ
جذبۂ دل میں اگر تھی تاثیر — ادھر آتے وہ کبھی آپ ہی آپ
آتش ہجر میں جلتے کب تک — بجھ گئی دل کی لگی آپ ہی آپ
کب ملا جام مجھے بے مانگے — کب گئی تشنہ لبی آپ ہی آپ

کرنی نہ تھی شکایت دشمن خطا معاف — پکڑے گئے ہیں آج تو اپنی زباں سے آپ
گم گشتگی منزل مقصد کی فکر کیا — مل جائے گا پتہ جو ہیں کارواں سے آپ

ت

دل نے کھینچا ہے انتظار بہت — رات بھر تھا یہ بے قرار بہت

ساقیا کچھ خبر ہے اس کی بھی	اب کے موسم ہے خوشگوار بہت
آئیں میدانِ امتحاں میں کبھی	اور بھی تو ہیں جاں نثار بہت
دل یہ کہتا ہے میری باتوں پر	ایسے دیکھے صلاح کار بہت
ہم نے دیکھا عزیزؔ کو اکثر	بے خودی میں بھی ہوشیار بہت

معلوم ہے آغاز سے انجامِ محبت	لیکن نہ مٹا ہے نہ مٹے نامِ محبت
جان اپنی ترے حسن پہ کر دے گا تصدق	کام آئے گا آخر یہی ناکامِ محبت

ط

محبت میں انھیں اس کی خبر کیا	چلی آتی ہے کیوں کر چوٹ پر چوٹ
رہے صدمے مسلسل ہجر کی شب	چلی آئی برابر چوٹ پر چوٹ
لگی ہر ہر قدم پر مجھ کو ٹھوکر	پڑی رہ رہ کے اکثر چوٹ پر چوٹ

ث

کیا ہوا کیوں ہے انتظار عبث — لب پہ ٹھہری ہے جان زار عبث
ایسی باتوں کو دل نہ مانے گا — مشورے ہیں صلاح کار عبث
ابھی میعاد قید ہے باقی — آ گیا موسم بہار عبث

دل کو ہے اضطراب کیا باعث — بے سبب کا عذاب کیا باعث
حشر کے دن مرے گناہوں کا — نہ ہوا کچھ حساب کیا باعث
تیری عادت میں ہو گئے داخل — رنج، غصہ، عتاب کیا باعث
ان کی پڑتی ہے آپ پہ ہی عزیزؔ — نظر انتخاب کیا باعث

ج

بت بن گیا ہوں اس بت کافر کو دیکھ کر — یارب زباں ہلانے پہ قدرت نہیں ہے آج
کل تک تو پھونک پھونک کے رکھتے تھے ہم قدم — جانے کی اس گلی میں اجازت نہیں ہے آج

یارب وہ بھول تو نہ گئے ہوں مجھے کہیں — زخموں میں ٹیس، درد میں شدت نہیں ہے آج
کل کیا ہوا ہجر یار میں اس کی خبر نہیں — آرام دل کو، جان کو راحت نہیں ہے آج
ساقی نے مجھ کو جام میں کیا جانے کیا دیا — وہ بے خودی نہیں ہے، وہ غفلت نہیں ہے آج

چ

حسرتِ وصلِ بتاں، ہیچ ہے ہیچ — رات دن آہ و فغاں ہیچ ہے ہیچ
کہتی ہے شانِ مکانِ دل کی — ہستی کون و مکاں، ہیچ ہے ہیچ
اس طرح ہجر میں رونا دھونا — دیدۂ اشک فشاں، ہیچ ہے ہیچ
اس کے جلوے کے مقابل اے دل — ہیچ ہے سارا جہاں، ہیچ ہے ہیچ
اٹھیے اب چلیے کہیں اور عزیزؔ — خدمتِ پیرِ مغاں، ہیچ ہے ہیچ

ح

کیا کام آئے گی دلِ مضطر تری صلاح — کب مانتا ہے وہ بتِ خود سر تری صلاح
سننی پڑے گی تجھ کو بھی اک آدھ میری بات — اے دل سنی ہے میں نے تو اکثر تری صلاح

خ

گیا تیری گلی سے کون مضطر نظر آتا ہے ہر ہر نقش پا شوخ
نہ تھی دل میں تڑپ پہلے تو ایسی مری بیتابیوں نے کر دیا شوخ
خدا حافظ ہے دامان اثر کا زباں گستاخ ہے دست دعا شوخ
عزیز ان کی شرارت کا گلا کیا مرا دل بھی ہے مضطر چلبلا شوخ

د

وصل کی شب کے مزے دل سے بھلاؤں کیوں کر ہجر کی شب بھی مجھے ان کی ملاقات ہے یاد
او جفا جو مجھے کرنی ہے خدا سے فریاد او ستمگر مجھے اک ایک تری بات ہے یاد
ٹل گئیں ٹلنے کو فرقت کی بلائیں لیکن دن جدائی کے جدائی کی ابھی رات ہے یاد
پوچھ لے ان سے دل زار خطا سے پہلے تم کو کچھ جرم محبت کی مکافات ہے یاد
دل کو چور نگ نہ کر تیغ ادا سے قاتل تجھ کو کیا، ایک ہی وار یہی ہات ہے یاد

ڈ

میری زباں کو ہے دعا سے غرض — اور اثر کو ہے دعا پر گھمنڈ
اڑنے لگی نکہتِ گل باغ میں — کرنے لگی دوشِ صبا پر گھمنڈ
کس کو کیا قتل کبھی بے اجل — کیوں ہے تمھیں تیغ ادا پر گھمنڈ
ہم تو وضو تک نہ کریں گے کبھی — خضر کو ہے آبِ بقا پر گھمنڈ
خونِ تمنا نے ابھارا عزیزؔ — ان کو ہوا رنگ حنا پر گھمنڈ

ذ

کیوں گرتے ہیں اشک وقتِ تحریر — ہو جائے نہ داغدار کاغذ
تحریر کا رنگ کہہ رہا ہے — بن جائے گا لالہ زار کاغذ
مطلب نہ کھلا عدو کے خط کا — الٹا پلٹا ہزار کاغذ
نقشہ کھینچوں جو اپنے دل کا — صدقے ہو قلم، نثار کاغذ
خط ایسا عزیزؔ ان کو لکھو — بن جائے گلے کا ہار کاغذ

داستان شب فرقت تو ابھی باقی ہے / چار حرفوں میں بھرا جاتا ہے سارا کاغذ
خط کتابت میں یہی شرط مقدم ہے عزیز / چست مضمون ہو خط صاف ہو پیارا کاغذ

میں کروں شکوۂ بیداد کہاں تک آخر / آپ سنیے گا نہ فریاد کہاں تک آخر
قید ہستی سے نکلنا کوئی آسان نہ تھا / بند رہتے ترے آزاد کہاں تک آخر
سرگذشت اپنی سناؤں تو سناؤں کیونکر / حرف اک ایک رہے یاد کہاں تک آخر
دم نکلنے پہ ہے موقوف رہائی اپنی / بڑھ گئی قید کی میعاد کہاں تک آخر
آپ سنتے تو ہیں سننے کی طرح سے سنئے / میں کہوں عشق کی روداد کہاں تک آخر
زندگی بھر کا ہے اے داور محشر قصہ / مختصر ہوگی یہ روداد کہاں تک آخر
بے ثباتی کا اثر رنگ ہی ہے تو عزیز / رونق عالم ایجاد کہاں تک آخر

زاہد کو آگ لگ گئی میدان حشر میں / کیا کیا جلا ہے رشک سے میری نجات پر
مجھ کو کریم تیرے کرم پر ہے اتّکا / تکیہ ہے صوم پر نہ بھروسا صلوات پر
کیا جانیں آب تیغ کی لذت جناب خضر / مرتے ہیں وہ تو چشمۂ آب حیات پر

کس طرح جی رہا ہے ترے ہجر میں عزیزؔ　　حیرت ہے اس کی زیست پر اس کی حیات پر

جاں کنی کی قدر تو میری کسی نے بھی نہ کی　　نام آور ہو گیا فرہاد پتھر کاٹ کر
میں نے اپنے ہاتھ سے خود اضطراب شوق میں　　کر دیے ہیں دل کے ٹکڑے ٹکڑے اکثر کاٹ کر
مشورے ہوتے ہیں غیروں سے وہاں ہر بات پر　　میرے خط میں بھی بنائے نقطہ اکثر کاٹ کر
آہ و زاری سے کہیں یہ بت پگھلتے ہیں عزیزؔ　　کس طرح دریا بہائے کوئی پتھر کاٹ کر

خدا جانے کہاں پہنچیں گے نالے　　گزر کر گنبد افلاک سے پھر
اگر ٹوٹا کوئی ساغر تو ساقی　　بنے گا میکشوں کی خاک سے پھر

جو منھ سے نکلی کھل گئی سارے جہان پر　　اس واسطے ضرور ہے قابو زبان پر
کھایا تھا دل پہ شوق سے تیر نگاہ ناز　　کیا تھی خبر کہ چوٹ یہ آئے گی جان پر
اک حرف آرزو ترے آگے ہزار بار　　آ آ کے رہ گیا ہے ہماری زبان پر

میرے حصے میں کہاں کی میکشی　　نام کندہ ہے عدو کا جام پر

مر رہا ہے یہ تمھاری یاد میں ہنس رہا ہوں میں دل ناکام پہ
میں تو میں دشمن کو بھی اس راہ میں ٹھوکریں کھانی پڑیں ہر گام پر
کس کے حصہ کا ہے دل کس کو خبر فیصلہ موقوف ہے نیلام پہ
ہاں بجا اے دل بجا بے شک ضرور وہ چلے آتے ترے پیغام پہ
آج یوں رونا نہ پڑتا عشق میں کاش ہوتا دھیان کچھ انجام پہ
اُن کو رہتی ہے خطاؤں کی تلاش اک نہ اک الزام ہے الزام پہ
تم کو خود بھی سوچ لینا تھا عزیز کیوں کیا تکیہ دل خود کام پہ

رو رہا ہوں غنچۂ خنداں کو خنداں دیکھ کر ہنس رہا ہوں بلبل نالاں کو نالاں دیکھ کر
دیدنی ہے وہ مصیبت وہ پریشانی عزیز ہو پریشاں جب پریشاں کو پریشاں دیکھ کر

گرمیٔ حسن سے رخِ گلگوں ہو نہ جائے نقاب سے باہر
قلزم عشق میں ہوائے شوق کس طرح ہو حباب سے باہر
جورِ معشوق، گریۂ عاشق ہیں یہ دونوں حساب سے باہر
تم نکالو تو آرزو نکلے دل خانہ خراب سے باہر

رازِ الفت نہ ہو عزیزؔ کہیں   دل پر اضطراب سے باہر

ڑ

اپنی روش کو دیکھ دلِ ناتواں نہ چھوڑ   نالے سحر کے، شام کی آہ و فغاں نہ چھوڑ
راہِ وفا میں خاک کو میری تو اے صبا   مانندِ گردباد پسِ کارواں نہ چھوڑ
مصروف جورہے وہ جفا جو ذرا ٹھہر   تو اپنی گردشوں کو ابھی آسماں نہ چھوڑ
چھوٹا تو چھوٹا ہاتھ سے ساغر مگر عزیزؔ   تو بےخودی میں دامنِ پیرِ مغاں نہ چھوڑ

ز

جواب کی تو نہ تھی توقع، مگر تھی ہمت کی بھی کمی کچھ
زباں پر آکر بھی ان کے آگے، نہ نکلا منہ سے سوال ہرگز
نہ سمجھے اس جنگ کا نتیجہ، اٹھانی پڑتی ہیں آفتیں کیا
اگر نہ لڑتیں نگاہیں اُن سے نہ ہوتا دل پائمال ہرگز
طریقِ الفت میں کیا بتاؤں، قدم قدم پہ ہے بدگمانی
نہ ہوتا دل میں عدو کا کھٹکا، نہ آتا ایسا خیال ہرگز

عزیز اللہ کا ہے احساں نہیں ہے دنیا کی کچھ تمنا
ملی ہے وہ دولت قناعت نہیں ہے جس کو زوال ہرگز

س

میرے حق میں بھی کچھ تو ہو ارشاد کر چکے غیر کی شکایت بس
بے خودی میں وصال کے ہیں مزے مجھ کو کافی ہے اتنی فرصت بس
اور کیا ہے دل پریشاں میں آرزو تیری تیری حسرت بس
اپنا سرمایۂ حیات عزیز رہ گیا دل میں داغ فرقت بس

نکلنے کو مچلتی ہے ہوس بس تڑپتے ہیں اسیران قفس بس
مبارک ہمصفیرو تم کو گلشن ہمارا تو ٹھکانہ ہے قفس بس
مرے کانوں میں اب تک گونجتی ہے صدا مجنوں کی آواز جرس بس
گھٹا جاتا ہے دم فرقت میں ہردم رکا جاتا ہے سینے میں نفس بس
عزیز اب انتظار وصل چھوڑو نہ آئے گی بہار اب کے برس بس

ش

چرخ کے جور کی اور ان کی جفا کی خواہش — دل کو ہر وقت تڑپنے کی رہا کی خواہش
نہ رہے شاخ گل تر پہ نشیمن بلبل — برق کی ہے یہ تمنا یہ صبا کی خواہش
مجھ کو رہ رہ کے تڑپنے کا مزا ملتا ہے — مجھ کو رہ رہ کے ستاتی ہے جفا کی خواہش

ص

مجھ پہ ہوے جور و ستم خاص خاص — اور عدو پر ہیں کرم خاص خاص
جاتے ہیں جب اس کی گلی میں تو ہم — دیکھتے ہیں نقش قدم خاص خاص
اور کرو ان سے محبت عزیز — اور سہو جور و ستم خاص خاص

ض

در پردہ چھیڑ چھاڑ سے کھلتا نہیں یہ حال — ان کو ہے میرے شکوے شکایت سے کیا غرض
مجھ کو تو کام اپنی وفاؤں سے ہے عزیز — ان کے گلے سے ان کی شکایت سے کیا غرض

ط

یہ شیوۂ وفا، یہ عنایت، غلط غلط تم اور تم کو مجھ سے محبت، غلط غلط

اس چشمِ شرمگیں کے اشارے کچھ اور ہیں کیسی حیا، کہاں کی شرارت، ستم، غلط غلط

مٹ جائے دل سے لذتِ آزار جھوٹ جھوٹ ٹل جائے سر سے ہجر کی آفت غلط غلط

ظ

ساقی ترے سوا ہو بھلا کس سے کچھ امید کرتا ہے کون اہلِ خرابات کا لحاظ

اپنوں کا پاس چاہیے مہمان کا لحاظ انسان کو ضرور ہے انسان کا لحاظ

تم اور کوئے غیر کے چکر، خدا کی شان بدنامیوں کا خوف نہ کچھ شان کا لحاظ

دیر و حرم کی راہ سے چلتا ہوں میں الگ کافر کا پاس کچھ، نہ مسلمان کا لحاظ

ع

پھوٹ کر رویں تیرے رونے کی آنکھیں کاش ہوتی دیدۂ تر اطلاع

داورِ محشر کو میرے درد کی کون کرتا روزِ محشر اطلاع

غ

پھولوں میں آئی تازگی، غنچوں میں ہے شگفتگی
فصلِ خزاں کے جاتے ہی، کیسے شجر ہیں باغ باغ

ہونٹوں پر اُن کے ہے ہنسی، ملتے ہیں آنکھیں ہر گھڑی
اٹھے ہیں خوابِ ناز سے، وقتِ سحر ہیں باغ باغ

نکلے ہیں اس طرح سے وہ، پہلوئے شوق سے مرے
یوں تو ہیں کچھ خفا خفا، دل میں مگر ہیں باغ باغ

ف

کیا چاک نامہ، مٹا حرف حرف مقدر کا لکھا ہوا حرف حرف
برا مانیں، یا اس کو سمجھیں برا جو کہنا تھا مجھ کو، کہا حرف حرف
نہ ہوگا، نہ ہوگا مرا حالِ دل زبان قلم سے ادا، حرف حرف

نہ ڈر تجھ سے کہہ نامہ بر صاف صاف کہا ہے کچھ اس نے اگر صاف صاف
لگی لپٹی باتیں نہ آئیں ہمیں کہا منھ ہی منھ میں مگر صاف صاف
کھلا جو ذرا بھی گریباں کا چاک نظر آئے زخم جگر صاف صاف
برستا تھا دل کھول کر شام غم نہ برسی مری چشم تر صاف صاف

ق

نہیں ہے چین کسی حال میں مرے دل کو دعائے وصل کبھی ہے کبھی دعائے فراق
الٰہی کاٹ رہا ہوں میں دن مصیبت کے فلک کے جور جدا ہیں جدا جفائے فراق

صبح کچھ ہے شام کچھ آزار عشق ایک حالت پر نہیں بیمار عشق
حسرتوں پر جان سی کچھ پڑ گئی حشر کی رفتار ہے رفتار عشق

ک

بہے دریا اٹھے طوفاں کہاں تک رہیں ہم ہجر میں گریاں کہاں تک
ٹٹول کر دیکھتا ہوں دل میں اپنے کھٹکتا ہے ترا پیکاں کہاں تک

پہنچ جاتے ہیں اب بھی گرتے پڑتے ترے نالے دلِ نالاں کہاں تک
نہیں ہوتا ہے ہلکا بارِ عصیاں اٹھائے بوجھ یہ انساں کہاں تک
رہے گھٹ گھٹ کے میرے دل ہی یا رب تمنا، آرزو، ارماں کہاں تک
سمائی سارے عالم کی ہے مشکل بڑھے گا حشر کا میداں کہاں تک

آہ کس امید بر آنے کی ہو زیرِ زمیں! کون سی نکلی ہماری آرزو زیرِ فلک

گ

گردشِ چرخ سے ٹپکتا ہے او ستمگر، تری جفا کا رنگ
چاک کرنے سے پہلے دامن کو دیکھ لیتا ہوں میں ہوا کا رنگ
تیری تیغِ نگاہ کے آگے کٹ گیا خنجرِ قضا کا رنگ
نامہ بر نے مرے اڑایا ہے بادِ صرصر کا کچھ، صبا کا رنگ
ڈھونڈتی ہے نگاہِ شوق عزیزؔ بے وفاؤں میں بھی وفا کا رنگ

عرضِ مطلب پہ خموشی سے کھلا یہ عقدہ کچھ ہے اقرار کا پہلو تو کچھ انکار کا رنگ

ل

سنتا ہے کون ہجر کی شب ہائے ہائے دل ‌ ‌ ‌ رہتی ہے دل ہی دل میں ہمارے صدائے دل
لے دے کے ایک ہم ہی رہے بزمِ ناز میں ‌ ‌ ‌ آشفتہ حال خستہ جگر مبتلائے دل
نکلا ہوں اس کی بزم سے لے کر عدو کا رشک ‌ ‌ ‌ دکھتا ہوں اپنے ساتھ یہ تحفہ برائے دل
کہنے تو ہم نے کہہ بھی دیا اضطراب میں ‌ ‌ ‌ سننے کو تم نے سن بھی لیا ماجرائے دل
ہم بے طلب جائیں گے بزمِ رقیب میں ‌ ‌ ‌ ہم اس کو روکتے نہیں جاتا ہے جائے دل
کیا تم نگاہِ شوق کو پہچانتے نہیں ‌ ‌ ‌ کہنے کی بات ہو تو کہوں مدعائے دل

م

حشر کے دن کھڑے ہوئے خاموش ‌ ‌ ‌ جوشِ رحمت کو دیکھتے ہیں ہم
اس میں سب کچھ ہے اور کچھ بھی نہیں ‌ ‌ ‌ دل کی وسعت کو دیکھتے ہیں ہم

ڈرتے نہیں بتوں کی جفائے ستم سے ہم ‌ ‌ ‌ مانوس ہو گئے ہیں مصیبت سے غم سے ہم

رکھتے ہیں اس گلی میں قدم پھونک پھونک کر جھجکے ہوئے ہیں اپنے بھی نقش قدم سے ہم
مشکل میں پڑ گیا ہے محبت کا اعتبار بدظن ہے ہو گئے تری جھوٹی قسم سے ہم

خدا کرے چمنِ روزگار میں ہم تم مزے بہار کے لوٹیں بہار میں ہم تم
عزیز یاد ہے ان کا یہ ناز سے کہنا ہزار شکر ہیں یکتا ہزار میں ہم تم

چٹکیاں لیتا ہے دل میں تیری شفقت کا خیال
دیکھتے ہیں دشمنوں کو بھی اگر رنجور ہم
یہ ابھی کچھ تھا، ابھی کچھ ہے، ابھی کچھ ہو گیا
دیکھتے آئے ہیں دنیا کا یہی دستور ہم
جانتے ہیں سارے عالم پر ہے اپنا اختیار
اور پھر کہتے ہیں اپنے آپ کو مجبور ہم
قسمتوں سے پڑ گیا آپس میں ناحق اختلاف
غیر مطلب آشنا، تم نازنیں، مغرور ہم

ں

کوچۂ قاتل سے جانے کے لئے　　کیوں نہیں اٹھتے قدم آخر یہ کیوں
جب ہے ساقی مہرباں، پھر میکشو　　تم کو فکر بیش و کم، آخر یہ کیوں
دیدہ و دل کیا ڈبو دیں گے مجھے　　ہو گئے دونوں بہم آخر یہ کیوں
منھ میں جو کچھ آئے کہتے جائیں آپ　　اور رہوں خاموش ہم آخر یہ کیوں
کچھ خطا، کچھ جرم کچھ میرا قصور　　اس طرح مجھ پر ستم آخر یہ کیوں

رات دن کا اضطراب اچھا نہیں　　یہ دلِ خانہ خراب اچھا نہیں
بات کیوں کرتے نہیں کیا بات ہے　　بے سبب ہم پر عتاب اچھا نہیں
اور دل کی بے قراری بڑھ گئی　　کیوں کہا تھا اضطراب اچھا نہیں
اب تو ملنا ہو گیا خواب و خیال　　اس قدر بھی اجتناب اچھا نہیں

باغباں بھی تاک میں، صیاد بھی　　کس طرح چھوڑیں گلستاں کیا کریں
ناتوانی سے قدم اٹھتے نہیں　　دو قدم پر ہے بیاباں، کیا کریں

مرگ بے پروا، مسیحا برخلاف   درد دل کا اپنے درماں کیا کریں
جان کا دشمن ہے میری رشکِ غیر   جان ایسی تم پہ قرباں کیا کریں
سخت جانی جب محافظ ہے تو پھر   کیا چلے تلوار پیکاں کیا کریں

مشکل ہے امتیازِ عذاب و ثواب میں   پیتا ہے ہوں میں شراب ملا کر گلاب میں
کس طرح طے ہو منزلِ مقصود دیکھئے   جمتے نہیں قدم تو کہیں اضطراب میں
لڑنی تھی آنکھ، ایک بت کافر سے لڑ گئی   ہونی تھی، ہو گئی غلطی انتخاب میں
اس احتمال نے مجھے خاموش کر دیا   بگڑے کہیں نہ کام سوال و جواب میں

ہم جس جگہ ہیں دفن وہاں کی زمیں عزیزؔ   جتنی ہے پست اتنا بلند آسماں نہیں

دشمنوں سے ہے مناسب دوستی   دوستوں سے دشمنی اچھی نہیں
ہو مآل کار جس کا رنج و غم   اے عزیزؔ ایسی خوشی اچھی نہیں

درد دل دیکھ لیا، تجھ میں اثر کچھ بھی نہیں

ہم تڑپتے ہیں ادھر اور ادھر کچھ بھی نہیں

ایک میں ہوں کہ مجھے تیری تمنا ہر دم
ایک تو ہے کہ تجھے میری خبر کچھ بھی نہیں

جو نظر میں تری جچ جائے وہی سب کچھ ہے
بے ہنر کچھ بھی نہیں اہل ہنر کچھ بھی نہیں

ہم کدھر جائیں نکل کر اے جنوں   پھاند کر دیوار زنداں کیا کریں
کر دیا وحشت نے سب سے بے نیاز   آستیں، دامن، گریباں کیا کریں
چھیڑ کر گزری ہوئی باتوں کا ذکر   اس پشیماں کو پشیماں کیا کریں
چار دن کی زندگی کے واسطے   اس کی خواہش، اس کا ارماں کیا کریں

ان کو یہ ضد کہ اب نہ کہوں گا زباں سے کچھ   مجھ کو یہ شوق سنئے مکرر، نہیں نہیں
آخر یہ بات کیا ہے مری بات بات پر   نکلا تری زبان سے اکثر نہیں نہیں

قہر سے اس کے ڈر رہا ہوں میں   موت سے پہلے مر رہا ہوں میں

ہجر میں چین نہیں، ہجر میں آرام نہیں
مجھ کو رونے کے سوا اور کوئی کام نہیں

آسماں دور، زمیں سخت، زمانہ دشمن
ربع مسکوں میں کہیں نام کو آرام نہیں

دیکھنا راہ پہ آجائے گی آتے آتے
گردش چشم تری گردش ایام نہیں

ہمنشیں روکتے ہیں مجھ کو محبت سے عزیزؔ
اور میں ہوں مجھے اندیشۂ انجام نہیں

آپ کا اعتبار کرتا ہوں
اور بھی انتظار کرتا ہوں

حسن کا ان کے عشق کا اپنے
تذکرہ بار بار کرتا ہوں

چھیڑ کر اپنے درد کا قصہ
ان کو بھی بے قرار کرتا ہوں

زور قسمت پہ چل نہیں سکتا
خامشی اختیار کرتا ہوں

جانتا ہوں تمہارے وعدوں کو
اور پھر اعتبار کرتا ہوں

دیکھ کر اپنا حال آپ عزیزؔ
شکر پروردگار کرتا ہوں

نازنینانِ جہاں شعبدہ گر دیکھے ہیں
دیکھنے کو تو یہ بھولے ہیں، مگر دیکھے ہیں

یوں مٹانے سے مٹے ہیں، نہ مٹیں گے ہرگز
درد کہنہ ہے، مرے داغ جگر دیکھے ہیں

ہم لٹا دیں گے محبت میں متاع ہستی
ہم دکھا دیں گے ارادے اگر دیکھے ہیں

پختہ کاری کی خبر دیتی ہے خامی ان کی　　کان کے کچے ہیں مطلب کے مگر پکے ہیں
میرے اشکوں میں ہے آمیزشِ خونِ حسرت　　دیکھنا رنگ کے کتنے یہ گہر پکے ہیں
یہ تو فرمائیے قسموں کی ضرورت کیا تھی　　آپ اقرار کے وعدے کے اگر پکے ہیں
خوف طوفانِ حوادث کا نہیں مجھ کو عزیز　　جن کی بنیاد ہے مضبوط وہ گھر پکے ہیں

یہ عقدہ کھلے بھی کسی طرح یارب　　وہ کیا چاہتے ہیں میں کیا چاہتا ہوں
نہیں شرکتِ غیر منظور مجھ کو　　میں تنہا تجھے دیکھنا چاہتا ہوں
خموشی سے میری بہت کام نکلے　　سمجھتا نہیں کوئی کیا چاہتا ہوں

سرد مہری سے فلک کی انبساطِ دل نہیں　　بجھ گئی شمع تمنا، گرمیِ محفل نہیں
زندگی اجزائے فانی، مالِ دنیا بے ثبات　　ہو گیا آرام بھی حاصل تو کچھ حاصل نہیں
اس کی قدرت کے تصدق اس کی حکمت کے نثار　　یہ کمال حسن صنعت ہے کوئی کامل نہیں
مانتے ہیں آج تک اس قول کو انجام میں　　قیس کے ارمان کا تابوت تھا محمل نہیں
آپ اپنی کشتیِ امید کا ہوں ناخدا　　اور جس دریا میں ہوں اس کا کہیں ساحل نہیں
پڑ گئی ہے جان تنگ میں کس کشاکش میں عزیز　　میں کہوں مشکل ہے جینا وہ کہیں مشکل نہیں

کچھ جان نہیں ہے نیم جاں میں — پہنچے کیوں کر یہ کارواں میں
کیوں سن کے رقیب مر رہے ہیں — کچھ زہر نہ تھا مرے بیاں میں
تعریف کروں بتوں کی یا رب — طاقت کب ہے مری زباں میں
تقدیر سے میری آ گیا ہے — دشمن کا بھی ذکر داستاں میں
تاثیر کے ہو گئے ہیں حصے — نالے میں مرے، مری فغاں میں

چشمِ عبرت کے لئے کیا کچھ نہیں — یہ نہ سمجھے کوئی دنیا کچھ نہیں
آدمی خاموش رہ کر دیکھ لے! — مانگنے والے کو ملتا کچھ نہیں

کسی سے ہم کو نہ دشمنی ہے، نہ ہم کسی کی بری بھلی میں
کہا یہ ہم نے کسی کے منہ پر، ہنسی ہنسی میں، ہنسی ہنسی میں
گماں نہیں ہے مجھے یقیں ہے رہی جو رفتار ناز یوں ہی
قیامت آئے گی، حشر ہوگا، اٹھیں گے فتنے تری گلی میں
ذرا مچل کر، نظر چرا کر، وہ ہونٹوں ہونٹوں میں مسکرا کر
لگا کے باتوں میں اس نے مجھ کو، اڑا لیا دل ہنسی ہنسی میں

سماں محبت میں دیدنی ہے عجیب وحشت کا بھی الٰہی
بندھا ہوا ہے مرا گریباں کسی کے دامن کی ہر کلی میں

گر نکلنا ہو تو نکلیں حسرتیں — دل میں رہ رہ کر کھٹک اچھی نہیں
برق چمکے اور چمکے بے حجاب — یہ پس پردہ جھلک اچھی نہیں
چارہ گر بھی یہ سمجھتے ہیں عزیزؔ — درد کی ایسی کسک اچھی نہیں

بوالہوس موردِ الزام ہوا کرتے ہیں — طالبِ راحت و آرام ہوا کرتے ہیں
بے طلب عیش کے ساماں خدا دیتا ہے — روزِ تقسیم یہ انعام ہوا کرتے ہیں
عرصہ دہر میں ناقص کو ہو کس طرح فروغ — کہیں اچھے ثمر خام ہوا کرتے ہیں
بند ہوتا ہی نہیں سلسلۂ جور و جفا — روز جاری نئے احکام ہوا کرتے ہیں
کیا پڑے عشق میں افتاد یہ معلوم نہیں — مرحلے طے سحر و شام ہوا کرتے ہیں

دنیا کی روش دیکھی تری زلفِ دوتا میں — بنتی ہے یہ مشکل سے بگڑتی ہے ذرا میں

اس کو شوخی ان کی سمجھوں یا حجاب — دور ہیں نظروں سے لیکن دل میں ہیں
میں نوید وصل کا ہوں منتظر — اور دشمن سعی لاحاصل میں ہیں
کیوں نہ ہو زیر فلک مٹی خراب — تفرقے اپنی جب آب و گل میں ہیں
سیدھے، ترچھے، سیکڑوں نقش قدم — ہر قدم پر جادۂ منزل میں ہیں
امتیاز غیر کیوں کر ہو عزیز — آئینے جب ہر طرف محفل میں ہیں

حکم ہے غیر سے بھی رسم ملاقات رہے — اس کی تعمیل الٰہی مرے امکاں میں نہیں
روک دے مجھ کو، یہ ممکن ہے یہ ہو سکتا ہے — روک دے دل کو یہ طاقت ترے درباں میں نہیں
دیکھ لی بلبل ناشاد نے ڈالی، ڈالی — آشیانے کی جگہ سارے گلستاں میں نہیں
میں تو دل سے تصور کو دعا دیتا ہوں — صدمہ درد جدائی شب ہجراں میں نہیں

کیوں خفا ہو کیوں ادھر آتے نہیں — دیکھتا ہوں تم نظر آتے نہیں
وہ یہ کہہ کر داغ دیتے ہیں مجھے — پھول سے پہلے ثمر آتے نہیں
ہم ہیں یا وہ مے نوش پی کر کبھی — میکدے سے بے خبر آتے نہیں
رات دن پھرتے ہیں آنکھوں میں مری — اور پھر مجھ کو نظر آتے نہیں

دیکھتا ہوں اُن کی صورت دیکھ کر　　دھوپ میں تارے نظر آتے نہیں
رہبری کی لاکھ دل نے عشق میں　　راہ پر بیداد گر آتے نہیں
نیند تو کیا نیند کے جھونکے عزیزؔ　　ہجر میں وقت سحر آتے نہیں

نالے دم لیتے نہیں یا رب فغاں رکتی نہیں
گو قفس میں بند ہوں لیکن زباں رکتی نہیں
عرش پر جائے گی جائے گی برابر جائے گی
آہ میری آہ زیرِ آسماں رکتی نہیں
ڈر رہا ہوں ٹوٹ جائیں گی قفس کی تیلیاں
کیا مصیبت ہے ہوائے بوستاں رکتی نہیں
تذکرے ہوں جور کے یا ہو وفا کی داستاں
سامنے اغیار کے میری زباں رکتی نہیں
دیدنی ہیں قلزمِ ہستی کی طوفاں خیزیاں
ڈوبنے سے کشتیِ عمرِ رواں رکتی نہیں
اڑ کے ہم پہنچیں گے منزل پر ہوائے شوق میں

کارواں رک جائے گردِ کارواں رکتی نہیں

آرہی ہے کھنچ کے فرقت میں لبوں پر بار بار
ناتوانی میں بھی جانِ ناتواں رکتی نہیں

دقتیں حائل ہیں فنِ شعر میں لیکن عزیز
ایک آندھی ہے مری طبعِ رواں رکتی نہیں

مرے نصیب سے مجھ پر ہی کچھ عتاب نہیں — رقیب کے بھی تو خط کا کوئی جواب نہیں
قدح کشِ ستمِ روزگار ہوں ساقی — مری شراب میں کیفیتِ شراب نہیں
قصور میری نگہ کا مری نظر کی خطا — ترے جمال کا مانع ترا حجاب نہیں
ہزار آئے تلاطم ہزار ہو طوفاں — ہوائے شوق سے خالی کوئی حباب نہیں
اثر پذیر ہے اس درجہ گرم و سرد سے دل — خیالِ راحت و اندیشۂ عذاب نہیں
غرور، شرم، حیا، ناز، تمکنت، اعجاز — ہزار اور بھی پردے ہیں اک نقاب نہیں
وہ جاہ اور حشم رہ گیا وہاں کا وہیں — رہ عدم میں کوئی اپنا ہم رکاب نہیں

دلِ ہلاک ستم و کشتۂ بیداد نہیں — آپ جلاد ہوں اپنا، کوئی جلاد نہیں

حکم پر اُن کے ہے موقوف رہائی اپنی ہم اسیروں کی مقرر کوئی میعاد نہیں

و

بزمِ دشمن میں دیکھ کر تم کو کیا گذرتی ہے، کیا خبر تم کو
میں نہ چھوڑوں گا حشر تک دامن میں نہ بھولوں گا عمر بھر تم کو
کیا تماشا ہے دیدۂ مشتاق محوِ حیرت ہے دیکھ کر تم کو
قابلِ دید اس کا ہوتا حال دیکھ لیتا کوئی اگر تم کو
دل سے بڑھ کر ہیں منتظر آنکھیں ڈھونڈتی ہیں اِدھر اُدھر تم کو

رازِ دل غیروں پہ افشا کیوں نہ ہو کیوں نہ ہو اے عشق ایسا کیوں نہ ہو
کچھ قناعت کچھ تواضع چاہیئے آدمی اچھے سے اچھا کیوں نہ ہو
دیکھنے کے واسطے جب دی ہے آنکھ دل کو پھر شوقِ تماشا کیوں نہ ہو
دل ٹھکانے ہو تو سب کچھ ہے عزیزؔ جی بہل جاتا ہے صحرا کیوں نہ ہو

جفا جوئی جفا کاری تو دیکھو حسینوں کی دل آزاری تو دیکھو
نہ ملتا ہے نہ جلتا ہے کسی سے بت بدخو کی خودداری تو دیکھو
مری چالاکیوں کی کیا شکایت ذرا اپنی بھی عیاری تو دیکھو
پھنسا میں آپ الفت میں کسی کی نصیبوں کی گرفتاری تو دیکھو
جفائیں ہو چکیں بس ہو چکے ظلم ہماری بھی وفاداری تو دیکھو
انھیں کی سی یہ کہتا ہے ہمیشہ مرے دل کی طرفداری تو دیکھو
تغافل میں بھی انداز ستم ہے! ستمگر کی ستمگاری تو دیکھو
عزیز الفت سے پہلے اس کو سوچو نہیں کیا اس میں دشواری تو دیکھو

میں ہوں سرگرداں ادھر ہیں خضر آوارہ ادھر لے گئی چکر یہ کس کی جستجو کی آرزو
یاس کی حد بھی ہے کچھ میرے دل ناکام کو حسرتوں کی حسرتیں ہیں آرزو کی آرزو
میرے دل نے میری آنکھوں نے مجھے تڑپا دیا دیکھنے کا شوق بھی ہے گفتگو کی آرزو
بے خودی میں ہوش آتا ہے تو آتا ہے خیال بے خودی کی جان تھی جام و سبو کی آرزو
بلبلوں کا رنگ جمتا دیکھ کر گلزار میں پتی پتی کر رہی ہے رنگ و بو کی آرزو

رنجِ فرقت ہو نہ دل غمناک ہو — دم نکل جائے تو جھگڑا پاک ہو
یوں مٹو، راہِ طلب میں یوں مٹو — ان کا دامن اور اپنی خاک ہو
غیر کے دل سے نکل آؤ تو ہم — تم کو سمجھیں شوخ ہو چالاک ہو
میرے نالے عرش کی لیں گے خبر — لاکھ حائل پردۂ افلاک ہو

کچھ بھی نہ ہوگا میرا، جو تو مہربان ہو — دشمن اگر ہے جان کا، سارا جہان ہو!
امید وصل آپ سے مجھ کو، غلط غلط — اللہ کی قسم جو ذرا بھی گمان ہو
پیغامبر سے حال مرے دردِ عشق کا — انصاف سے کہے کوئی کیوں کر بیان ہو

حال کھل جائے گا رقیبوں کا — دیکھنے کیطرح اگر دیکھو
دیکھتے کیا ہو شوخیِ رفتار — مٹنے والوں کے تم جگر دیکھو
عشق کا مجھ پہ باندھ کر طوفاں — موجیں کرتی ہے چشمِ تر دیکھو

ھ

بڑھ گئیں گستاخیاں میری سزا کے ساتھ ساتھ — پیار آتا ہے ترے جور و جفا کے ساتھ ساتھ

ضعف سے راہِ محبت میں قدم اٹھتے نہیں | پاؤں جمتے ہیں زمیں پر نقشِ پا کے ساتھ ساتھ
چھوٹ کر کنجِ قفس سے نکہتِ گل کی طرح | ہم بھی اڑ کر جائیں گے بادِ صبا کے ساتھ ساتھ
سرد آہوں سے بھڑکا جاتا ہے سینے میں جگر | آتشِ غم تیز ہوتی ہے ہوا کے ساتھ ساتھ
میرے آنسو بھی بہے جوشِ محبت میں عزیزؔ | میرے نالے بھی رہے میری دعا کے ساتھ ساتھ

آ گئی حسرت کشِ دیدار آنکھ | ان سے ہو جائے الٰہی چار آنکھ
جب نہ تھا قسمت میں تجھ کو دیکھنا | دی خدا نے کس لیے بیکار آنکھ
ہو نہ جائے حشر کا دن مختصر | رہ نہ جائے تشنۂ دیدار آنکھ
تنگ ہیں وہ بھی ہجومِ ناز سے | کر نہیں سکتے کسی سے چار آنکھ
کس لیے اٹھتی نہیں ملتی نہیں | کیوں رہے اتنی بے خود و سرشار آنکھ
رنگِ الفت گر جمانا ہے عزیزؔ | چاہیے بے تابِ دل ہشیار آنکھ

اللہ تیری شانِ کریمی کے میں نثار | بخشا گنہگار کو بھی پارسا کے ساتھ
احسان ہو رہا ہے تری بوئے زلف کا | آتی ہے روز روز لپٹ کر ہوا کے ساتھ
اللہ رے خیالِ ہم آغوشیِ بتاں | اٹھتے ہیں دونوں ہاتھ بھی اپنے دعا کے ساتھ

سننی پڑے گی ان کو مرے غم کی داستاں
کہنی پڑے گی مجھ کو بڑی التجا کے ساتھ

نیک و بد کیوں کر نہ کہہ دے صاف منہ پر آئینہ
راز داری کے کہاں رکھتا ہے جوہر آئینہ

قابلیت جس میں ہو اس کو چمکتے دیر کیا
صاف ہو جانے سے ہو جاتا ہے پتھر آئینہ

ان کے منہ پر سے رہا ہے یہ برابر کا جواب
کس قدر گستاخ ہے اللہ اکبر آئینہ

اس زمین شعر کی وہ طرح مشکل ہے عزیزؔ
چاہیئے اس کے لئے طبع سخنور آئینہ

ی

اس نے ہنس کر بات میری ٹال دی
الجھنوں میں اور الجھن ڈال دی

ترک ان سے جفا نہیں ہوتی
دور ہم سے وفا نہیں ہوتی

نکہتِ زلف اڑ کے آتی ہے
جب مخالف ہوا نہیں ہوتی

دل سے جاتی نہیں وفا کی خو
پھول سے بو جدا نہیں ہوتی

ٹھوکریں کھا رہا ہے دل کیا کیا
آنکھ اس پر بھی وا نہیں ہوتی

مر رہا ہوں تری جدائی میں
روح تن سے جدا نہیں ہوتی

نہیں چھوتا شراب کو جب تک　　آسماں پہ گھٹا نہیں ہوتی
یاد ہے تیری اے بتِ کافر　　مجھ کو فرصت ذرا نہیں ہوتی
میرے شکوے، مری شکایتِ غیر　　کیا نہیں کرتے، کیا نہیں ہوتی
نام لیتا ہے جب دوا کا کوئی　　درد کی انتہا نہیں ہوتی

پرسش کا خوف ہے، کبھی دہشت عذاب کی　　ہستی کا ہو برا، مری مٹی خراب کی
شوخی سے کشمکش نہیں اچھی حجاب کی　　کھل جائے گی گرہ، تری بندِ نقاب کی
شیشے کھلے نہیں، ابھی ساغر چلے نہیں　　اڑنے لگی پری کی طرح بو شراب کی
دو دن کی زندگی پہ آہی یہ غفلتیں　　آنکھیں تو ہیں کھلی ہوئی حالت ہے خواب کی
زلفوں میں خم، نظر میں کجی، ابروؤں میں بل　　تصویر بن گئے ہو سراپا عتاب کی
تسنیم جس کا نام ہے کوثر ہے جس کا نام　　سوتیں ہیں دونوں یہ مری چشمِ پر آب کی
ہوتے ہی صبحِ وصل کی شب دیکھتا ہوں کیا　　تلوار بن گئی ہے کرن آفتاب کی
آتا نہیں کسی پہ دل بدگماں عزیزؔ　　جمتی نہیں کسی پہ نظر انتخاب کی

شوخی! اُف رے، تری نظر کی　　یہ پھانس بنی مرے جگر کی

زلفوں نے وہیں بلائیں لے لیں　　رخ سے جو ذرا نقاب سرکی
پابندی وضع کا ہوں قائل　　کی اس نے جو بات عمر بھر کی
کیا پوچھتے ہو شب جدائی　　جس طرح سے بن پڑی بسر کی
ہر گام پہ پاس ہے الٰہی　　وہ چال نہیں ہے نامہ بر کی
بادل برسے ہزار برسے　　دشوار ہے ریس چشم تر کی
جل جائے گا دامن تحمل　　منہ سے اف بھی ذرا اگر کی
دل دے کے عبث میں دیکھتا ہوں　　یہ میری خطا ہے یا نظر کی
نکلیں بھی تو یہ عزیز دل سے　　نالوں میں کمی نہیں اثر کی

رہ گئی دب دب کے ہونٹوں میں فغاں آئی ہوئی　　مانع اظہار غم آخر شکیبائی ہوئی
پردے پردے میں محبت وجہ رسوائی ہوئی　　میں جدھر نکلا ادھر خلقت تماشائی ہوئی
ترک الفت سے کہیں بدنامیاں چھٹتی ہیں آپ　　تھی مری تقدیر میں جو کچھ بھی رسوائی ہوئی
جان سی کچھ پڑ گئی ہے جسم بے جاں میں عزیز　　ان کا چھو لینا مجھے گویا مسیحائی ہوئی

حالت بدل گئی ہے دل نا امید کی　　اللہ رے خوشی ترے عہد جدید کی

کرنا پڑا قسم کا مجھے ان کی اعتبار   تعظیم تھی ضرور کلام مجید کی

ان کی ٹھوکریں شرارت ہوگی   فتنے اٹھیں گے قیامت ہوگی
جیتے جی چین کہاں ملتا ہے   زندگی میں تو نہ فرصت ہوگی
منہ نہ کھلوائیے جانے دیجے   کچھ کہوں گا تو شکایت ہوگی
کج ادائی کی تلافی کیوں ہو   مہربانی تو مصیبت ہوگی
میری فرصت کا ٹھکانا کیا ہے   آپ کو بھی کبھی فرصت ہوگی
وہ نہ ہوں گے تو نہ ہوگا کچھ بھی   دیکھنے کے لئے جنت ہوگی
کیا خبر تھی دم رخصت یہ عزیز   شکر کے بدلے شکایت ہوگی

کس طرح گوارا ہو قاتل کو خوشی اتنی   اچھی نہیں زخموں کی ہر وقت ہنسی اتنی
غیروں کی ملاقاتیں غیروں کو مبارک ہوں   ہم سے نہ مناسب تھی بیگانہ وشی اتنی
اس شمع تجلی پر پروانہ صفت جلتا   بلبل کو کہاں ہمت اللہ نے دی اتنی
اس طرح عزیز آخر تم غرق ہو کس دھن میں   سرشاری و محویت اللہ غنی اتنی

شکایت ان کو ہے طرز بیاں کی شکایت میں نے کی تھی پاسباں کی
تڑپ فرقت میں جانِ ناتواں کی بنی تصویر مرگ ناگہاں کی
چلا ہوں دیر سے اٹھ کر تو یا رب نہیں معلوم مٹی ہے کہاں کی
بنائے باغ سے کچھ پیشتر ہی بنا ڈالی گئی تھی آشیاں کی
قفس تک تجھ کو پہنچا دے گی بلبل محبت بڑھتے بڑھتے باغباں کی
ذرا دست جنوں ہشیار رہنا نئی چادر ہے گرد کارواں کی
عزیز اب چھوڑئے میخانہ اٹھئے اطاعت کر چکے پیر مغاں کی

ساقی کہاں کی بھول یہ کہنے کی بات ہے دانستہ تو نے غیر کو دی میرے نام کی

دیکھے گر دیکھنے کی طرح گلستاں کوئی پتے پتے میں نظر آئے گا پنہاں کوئی
شوق کامل ہو تو اندیشۂ حرماں کیسا؟ خود بخود غیب سے ہو جائے گا ساماں کوئی
تشنۂ رنگ ہے ہر پھول کی پتی پتی اور خالی نہیں پھولوں سے گلستاں کوئی

راہ منزل گم اگر ہو جائے گی خود طبیعت راہبر ہو جائے گی

جائے گی کیوں کر محبت کی خلش   نوک مژگاں نیشتر ہو جائے گی
میری آنکھوں سے کھلے گا میرا حال   ہر نگہ پیغامبر ہو جائے گی
ان کا آنا بھی قیامت ڈھائے گا   دن چڑھے گا، دوپہر ہو جائے گی
یہ ادا خالی نہ جائے گی کبھی   میرے پیوست جگر ہو جائے گی

ہستی سے پھر چلے ہیں عدم کی طرف کو ہم   بدمستیاں ہیں یہ بھی شراب الست کی
تقدیر ہی میں وصل نہ ہو جب تو کیا کریں   چھوٹی نہ ہم سے بات کوئی بندوبست کی
خضر طریق عشق سے کہتا ہوں بار بار   دشوار ہوں گی منزلیں ہمت جو پست کی
وہ شرمگیں نگاہوں سے چھپ چھپ کے دیکھنا   آنکھوں میں پھر رہی ہے ادا چشم مست کی

جرس دل کی جو سن لے آواز   راہ بھٹکے نہ مسافر کوئی

ے

نسریں میں یہ مہک ہے نہ یہ نسترن میں ہے   بوئے گل مراد ترے پیرہن میں ہے

دیکھیں تو کون ہم کو اٹھاتا ہے بزم سے   دیکھیں تو کون ایسا تری انجمن میں ہے
پھولوں کے رنگ و بو پہ نہ بھول اے عندلیب   کانٹوں کا بھی لگا ہوا کھٹکا چمن میں ہے
دھوکے میں میہمان ہوئے اور پھنس گئے   اس کی خبر نہ تھی کہ رقیب انجمن میں ہے

نگہ ناز میں حیا بھی ہے   اس بناوٹ کی انتہا بھی ہے
بے سر و پا نہیں ہے یہ دنیا   ابتدا بھی ہے انتہا بھی ہے
شب فرقت میں کیا کرے کوئی   کچھ اندھیرے میں سوجھتا بھی ہے
میری اک مشت خاک کے پیچھے   باد صرصر بھی ہے صبا بھی ہے
بزم رنداں میں رند بھی ہے عزیزؔ   پارساؤں میں پارسا بھی ہے

میرے لئے نہ چھوڑئے وحشت کا مشغلہ   ہاں کرکے چاک میرا گریبان جائے

اچھی صورت جو نظر آتی ہے   دل میں آنکھوں سے اتر آتی ہے
تیرے خنجر میں عجب ہے صیقل   موت کی شکل نظر آتی ہے
دل افسردہ کے گرمانے کو   کام کچھ آتش تر آتی ہے

صبر کر اے دل بے تاب ذرا　　ان کے آنے کی خبر آتی ہے
ناز کرتی ہیں دعائیں کیا کیا　　کوئی امید جو بر آتی ہے

ہم کو سنبھالتا کوئی کیا راہ عشق میں　　کھا کھا کے ٹھوکریں ہمیں آخر سنبھل گئے
میں اشتیاق دید میں بے چین اس طرف　　وہ اس طرف نگاہ بچا کر نکل گئے

وہی منہ ہے وہی منھ میں زباں ہے　　مگر جو بات پہلے تھی کہاں ہے
وہی تم ہو وہی مشق تغافل　　وہی ہم ہیں وہی آہ و فغاں ہے

اپنی تعریف کروں اس کی ضرورت کیا ہے　　وہ سمجھ لیں گے کسی روز حقیقت کیا ہے
عرصۂ حشر میں پہنچے تو یہ معلوم ہوا　　اس کی رفتار کا خاکہ ہے قیامت کیا ہے
دل کا بیتابی میں اک لحظہ ٹھہرنا ہے محال　　موت ہے موت مرے واسطے فرصت کیا ہے

کام کچھ چلتا نہیں تدبیر سے　　آدمی مجبور ہے تقدیر سے
بولنے کی مجھ میں اب طاقت کہاں　　روح پہلے کھنچ گئی تصویر سے

کس طرح نکلے مرے منھ سے جواب　　بند ہیں لب لذتِ تقریر سے

اُمید نہ تھی ایسی، تم میرا کہا کرتے　　وعدے پہ چلے آتے، وعدہ بھی وفا کرتے
خاموش نہ ہم رہتے محفل میں عدو کی بھی　　کہنے کی کہا کرتے سننے کی سنا کرتے
اس عالمِ امکاں میں، امکان میں سب کچھ تھا　　سب کام سنور جاتے ہمت جو ذرا کرتے
اس حسن پہ گر تم کو قدرت بھی خدا دیتا　　کیا جانیے کیا ہوتا کیا جانیے کیا کرتے

مرے بے ساختہ رونے پر اُن کو　　ہنسی بے اختیار آئے نہ آئے
پڑی کیا ہے، اسیرانِ قفس کو　　گلستاں میں بہار آئے نہ آئے
درِ رحمت کھلا ہے اس کا ہر دم　　کوئی امیدوار آئے نہ آئے

بہتے بہتے تھم گئے آنسو، خدا کا شکر ہے　　ورنہ اس طوفان میں تو سیکڑوں گھر بیٹھتے

کہہ کے پھر ہم بدل نہیں سکتے　　قول سے اپنے ٹل نہیں سکتے
بسترِ ضعف سے ترے بیمار　　اٹھ نہیں سکتے چل نہیں سکتے

وضعداری گلا دباتی ہے — منھ سے نالے نکل نہیں سکتے
آپ بدلیں ہزار رنگ تو کیا — میری قسمت بدل نہیں سکتے
شوقِ دیدار چھا گیا ایسا — اشک آنکھوں سے ڈھل نہیں سکتے

وحشتِ دل کا عجب رنگ نظر آتا ہے — عرصۂ حشر مجھے تنگ نظر آتا ہے
ہم کہاں اور وہ اب صحبتِ احباب کہاں — اتفاقاً کوئی ہمرنگ نظر آتا ہے
کیا ہوا اے نگہِ ذوقِ تجسس تجھ کو — اک وہی جلوۂ نیرنگ نظر آتا ہے
دونوں جانب ہے برابر تری تصویر کا رخ — آئینہ میری طرح دنگ نظر آتا ہے
کچھ تو صیاد نے کچھ بادِ صبا نے لوٹا — آشیانے کا عجب رنگ نظر آتا ہے
صلح جوئی کی تمنا میں، شب و روز عزیزؔ — یک جہاں مضطربِ جنگ نظر آتا ہے

نگہِ ناز، پھر حیا کیا ہے — وہ ادا کیا تھی یہ ادا کیا ہے
میرے جملہ صفات ہیں پنہاں — تیری اک ذات کے سوا کیا ہے
مجھ کو آسان امتحانِ وفا — تم کو مشکل یہ ماجرا کیا ہے
جانتے جانتے، وہ جانیں گے — رسمِ الفت، رہِ وفا کیا ہے

دل پر اپنے جب اختیار نہیں   پھر کسی اور سے گلا کیا ہے
مجھ کو دنیا برا کہے تو کہے   مجھ کو دنیا سے واسطا کیا ہے
بے وفائی کا آپ کی چرچا   اور ہوگا ابھی ہوا کیا ہے
اپنی رفتار دیکھ اے غافل   نبض بیمار دیکھتا کیا ہے

رہ گئے ہیں بازوؤں میں چند پر ٹوٹے ہوئے
کچھ ادھر ٹوٹے ہوئے ہیں کچھ ادھر ٹوٹے ہوئے
جانتا ہوں انجمِ تاباں و رخشاں کی چمک
یہ کسی سمرن کے ہیں لعل و گہر ٹوٹے ہوئے
کس طرح رہتی دلِ مایوس میں امید بند
خانۂ زنداں کے تھے دیوار و در ٹوٹے ہوئے
باغ میں آئی ہے اب کے اس طرح بادِ خزاں
اڑ رہے ہیں آسماں پہ برگ و بر ٹوٹے ہوئے
کج نگاہی کج ادائی، کج بیانی، کج روی
تیر یہ کس کام کے بیداد گر ٹوٹے ہوئے

تمہیں سے شکایت ہے مجھ کو تمہیں سے — تمہیں بے سبب ہو خفا ہونے والے
گرہ ان کے دل کی ہو یا میرے دل کی — یہ عقدے ہیں مشکل سے وا ہونے والے
یہ دو دن کی ہے میرے ان کی جدائی — ملیں گے دوبارہ جدا ہونے والے
وجودِ عناصر قفس ہے الٰہی — پھنسے ہیں اسی میں رہا ہونے والے
دیارِ عدم میں نمایش سے حاصل — خودی کو مٹا دے فنا ہونے والے
مرا ذکر آیا تو ہنس کر وہ بولے — بہت دیکھے ایسے فدا ہونے والے
نگاہیں تمھاری ہوں یا میری آہیں — یہ ناوک نہیں ہیں خطا ہونے والے

پھر بخت سیہ چمکے، پھر شامِ وصال آئے — اللہ کرے ایسا، ایسا کوئی سال آئے
تو اور تجھے میری کچھ فکر، نہ کچھ پروا — میں اور مجھے تیرا رہ رہ کے خیال آئے
دنیا کی حکومت پر مغرور نہ ہو کوئی — کیا جانے خبر کس کو، کس وقت زوال آئے
اندیشۂ غم کیسا، تشویشِ ستم کیسی! — آغازِ محبت میں کیوں خوفِ مآل آئے
آنکھوں میں سما جانا، نظروں سے نہاں رہنا — ہے کون سوا تیرے جس کو یہ کمال آئے

یہ کیوں کر ہو سکے اس بدگماں سے — جو دل میں ہے، وہی نکلے زباں سے

دلیل عاجزی ہے بے ثباتی   یہ عقدہ حل ہوا عمرِ رواں سے
کسے معلوم کیا پوچھے وہ بدظن   کسے معلوم کیا نکلے زباں سے
کہاں تک خوفِ رسوائی کہاں تک   کلیجہ پک گیا، ضبطِ فغاں سے
مرے منھ میں نہیں رہتی کوئی بات   ادھر آئی، ادھر نکلی زباں سے

دل ازل سے وقف ہے تصویرِ جاناں کے لئے
میں جگہ لاؤں کہاں سے یاس و حرماں کے لئے
خلقِ برق و باد کا انجام ہونا تھا یہی
بن گئے سامان بربادیٔ گلستاں کے لئے
چاکِ دامانی مری خالی تواضع سے نہیں
دھجیاں ہیں جیب میں خارِ بیاباں کے لئے
ڈھونڈتی پھرتی ہے وحشت سازو سامانِ جنوں
میرے دامن کے لئے، میرے گریباں کے لئے
کھلتے کھلتے، بندشِ بندِ حقیقت کھل گئی
ہر نمایش وجہ ٹھہری ذوقِ عرفاں کے لئے

میں پریشاں سا پریشاں چارہ گر کے واسطے
چارہ گر حیراں سا حیراں زخمِ پنہاں کے لئے

بتانِ خوبرو سفاک نکلے | بڑے چلتے، بڑے چالاک نکلے
شکوہِ حسن کی نیرنگیاں ہیں | پہن کر وہ نئی پوشاک نکلے
تمنا، ان سے ملنے کی تمنا | بھلا کیوں کر تہ افلاک نکلے
بلائے عشق، یارب کیا بلا تھی | ہزاروں بستۂ فتراک نکلے
ہجومِ یاس طاری ہو تو کیوں کر | تمنائے دلِ غمناک نکلے
نہ تھا بے فائدہ شورِ عنادل | قبائے گل میں کتنے چاک نکلے
ہزاروں بار دامِ فکر سے ہم | برنگِ طائرِ ادراک نکلے
کہاں ساحل کہاں بحرِ محبت | کہاں ڈوبے کہاں پیراک نکلے

قیامت اٹھنے والی ہے کہاں سے کوئے دشمن سے
یہ کس سے میرے نالوں سے، یہ کس سے میرے شیون سے
گرے بجلی ذرا تھم کر، سنبھل کر، دیکھ کر، بچ کر

نشیمن باغ میں ہیں اور بھی میرے نشیمن سے
نہ بھی آغاز الفت میں نتیجے پر نظر اپنی
ہزاروں ٹھوکریں کھانی پڑیں اب تک لڑکپن سے

آپ کا دل بھی مجھ سے صاف نہیں — میرے دل میں بھی کچھ کدورت ہے
قید ہستی سے خود بخود نکلوں — مجھ کو اس کی کہاں اجازت ہے
عشق صادق میں وہ اثر ہے عزیز — ایک کی ایک کو ضرورت ہے

رنگ کچھ کچھ مری تمنا کا ! — عالم بیکسی سے ملتا ہے
مجھ کو رونے سے ہوتی ہے تسکیں — آپ کو کیا ہنسی سے ملتا ہے

وہ گھر میں مرے آئے ہیں کیوں نور نہ برسے — دیوار سے، دہلیز سے، دالان سے، در سے
ہم سے جو ہوئی چوک محبت میں خطا کیا — ہوتی ہوئی آئی ہے، یہ ہوتی ہے بشر سے
وعدہ ہے، وہ آئیں گے سر شام مگر ہم — بے چین ہیں، بے تاب ہیں، مضطر ہیں سحر سے
تصویر میں ہے تیری حیا تجھ سے زیادہ — یہ خانہ نشیں نکلی، نہ نکلے کبھی گھر سے

شوق دل پردہ در نہ ہو جائے — دشمنوں کو خبر نہ ہو جائے
مدتوں میں ملے ہیں وہ مجھ سے — مدعی رخنہ گر نہ ہو جائے
ضعف سے عکس ہٹ نہیں سکتا — آئینہ اپنا گھر نہ ہو جائے
درد بڑھتا ہے کچھ علاج سے اور — منفعل چارہ گر نہ ہو جائے
کیا بھروسا تری محبت کا — یہ اِدھر سے اُدھر نہ ہو جائے
بڑھتے بڑھتے غم فراق عزیز — زندگی مختصر نہ ہو جائے

گل ہوا جاتا ہے کیوں اپنا چراغ ہستی — نفس سرد میں تاثیر ہوا ہے کیا ہے
غیر کے نام کی ساقی نے پلادی مجھ کو — بھول ہے چھیڑ ہے یا جود و سخا ہے کیا ہے
ایک مجموعۂ اضداد ہے اپنی ہستی — خاک ہے آب ہے آتش ہے ہوا ہے کیا ہے

رات دن ناکامیوں سے کام ہے — دل لگانے کا یہی انجام ہے
بے وفاؤں سے وفا کی آرزو — خبط ہے یہ بھی خیال خام ہے
کیا کہیں ہم نے دیا ہے کس کو دل — کیا بتائیں کون ہے کیا نام ہے
اس نے کچھ اس طرح پوچھا درد دل — مجھ کو کہنا ہی پڑا آرام ہے

میرے دل کو دیکھئے اس میں کوئی آپ کا ہم شکل ہے ہمنام ہے

جس طرح چاہئے ہم سے وہ کہاں ملتے ہیں یوں تو آنے کے لئے سامنے اکثر آئے
حشر میں حشر قیامت میں قیامت ہوگی بے حجابانہ اگر وہ سر محشر آئے

وصل کا آٹھ پہر دل کو خیال اچھا ہے یہ تردد یہ تفکر یہ ملال اچھا ہے
ہر طرح جی کا ضرر عشق میں دیکھا ہم نے نہ تو آغاز ہے اچھا نہ مآل اچھا ہے
دیکھنے والوں کی آنکھوں میں سما جاتی ہے تیری تصویر میں یہ ایک کمال اچھا ہے

شمع گل ہوتے ہی گلزار تھی اپنی تربت پھول منقاروں میں لے کے عنادل آئے
کیا کرے کیا نہ کرے دشت میں مجنوں تیرا آگے محمل کے رہے یا پس محمل آئے
تیر ہیں تیغ ہیں چھریاں ہیں نگاہیں ان کی موت آئی ہو کسی کی تو مقابل آئے

کچھ ادا سے کچھ نگاہِ ناز سے تیر مارے اس نے ہر انداز سے
طائر جاں ہے بلا کا تیز پر جب اڑا رکتا نہیں پرواز سے

اُن کا شکوہ اُن کے منھ پر حرف حرف کہدیا لیکن دبی آواز سے
تاک میں ہے وصل کی شب آسماں ڈر رہا ہوں اِس خلل انداز سے

جمع ہیں گوشۂ تاریک میں ارماں کتنے تیر کتنے نظر افروز ہیں پیکاں کتنے
کون گنتا دم رفتار ضرورت کیا تھی طے ہوئے راہ محبت میں بیاباں کتنے
یہ تری چشم کرم کا ہے نتیجہ ساقی آج ناخواندہ چلے آتے ہیں مہماں کتنے
ایک دو پر نہیں موقوف ترے کوچے میں جمع ہیں خاک بسر چاک گریباں کتنے
تیغ سے بڑھ کے نہیں دم کا نگہباں کوئی یوں تو کہنے کو ہمارے ہیں نگہباں کتنے
ایک میرے لیئے کتنا ہے تکلف ان کو پاسباں کتنے معطل ہوئے درباں کتنے

گماں چارہ گر کیا جانے کیا ہے مرا دردِ جگر کیا جانے کیا ہے
شبِ فرقت تو بےتابی میں گزری نصیبوں میں سحر کیا جانے کیا ہے
اثر ہے کس کی فریاد و فغاں میں کوئی بیداد گر کیا جانے کیا ہے
طریقِ عشق دم نکلے تو نکلے یہ رستہ راہبر کیا جانے کیا ہے
ابھی کچھ ہے ابھی کچھ ہے ابھی کچھ تری کافر نظر کیا جانے کیا ہے

ترے دل میں مری قسمت میں ظالم کسی کو کیا خبر کیا جانے کیا ہے

دل اگر محو جمال رخ جاناں ہو جائے دیکھتے دیکھتے آئینۂ عرفاں ہو جائے
تم سلامت رہو اس کی نہیں پروا مجھ کو دل کا ہو جائے ضرر جاں کا نقصاں ہو جائے
شکوۂ جور گذشتہ کا اعادہ ہے فضول وہ پشیماں نہ کہیں اور پشیماں ہو جائے
اس سلیقہ کی عداوت کا ہو کس منھ سے گلہ تیر جو آئے مرے دل میں وہ ارماں ہو جائے
وضعداری سے تو اس کی بھی نہیں ہے امید درد جو دل میں ہے چہرے سے نمایاں ہو جائے
یوں بظاہر تو ملاقات کی امید نہیں پردۂ غیب سے شاید کوئی ساماں ہو جائے

محبت کا مجھے دعویٰ ہی کیا ہے چلو جانے بھی دو جھگڑا ہی کیا ہے
بہت کچھ دیکھنا ہے آگے آگے ابھی دل نے مرے دیکھا ہی کیا ہے
رقیبوں سے سمجھ لوں گا میں اک دن رقیبوں نے مجھے سمجھا ہی کیا ہے
مجھے تو جان کے لالے پڑے ہیں دل مرحوم کا رونا ہی کیا ہے
الٰہی کس لئے گرتی ہے بجلی نشیمن میں مرے رکھا ہی کیا ہے
محبت میں جئے یا کوئی مر جائے کسی کی آپ کو پروا ہی کیا ہے

نہ مانے گا نہ مانے گا مرادل　　نہیں سے آپ کی ہوتا ہی کیا ہے

ہوتے ہیں روز وصل کے ساماں نئے نئے　　آتے ہیں دل میں حسرت و ارماں نئے نئے
رشکِ رقیب، جورِ فلک، ان کی شوخیاں　　پیدا ہوئے ہیں جان کے خواہاں نئے نئے
وحشت کا زور، دل کی امنگ، ان کی جستجو　　آنکھوں کے سامنے ہیں بیاباں نئے نئے
رت کیا بدل گئی، کہ زمانہ بدل گیا　　صحرا نئے نئے ہیں، گلستاں نئے نئے
دشمن کا خوف، میری وفا، وضع کا خیال　　ہیں ان کے ساتھ ساتھ نگہباں نئے نئے

موقع نہ ہات آیا ابھی تک نصیب سے　　ہم دیکھ لیتے اُن کو کبھی تو قریب سے

دل بھی مجروح ہے، جگر بھی ہے　　میرے قاتل کو کچھ خبر بھی ہے
بدگمانی یقین کی حد تک　　کچھ اِدھر بھی ہے کچھ اُدھر بھی ہے
شامِ غم کا فقط نہیں کھٹکا　　مجھ کو اندیشۂ سحر بھی ہے
میری تسکینِ قلب کا کیا ذکر　　کچھ پریشاں سا چارہ گر بھی ہے
چشم پوشی بھی ہے انھیں منظور　　میری تقصیر پر نظر بھی ہے

کھو گیا ہوں دیکھ کے وہ جلوۂ بے نقاب　　مجھ کو تو کھوج اپنا ہے، اپنی تلاش ہے

خوفِ گنہ سے لرزہ بر اندام دیکھ کر　　دستِ سبو میں میری طرح ارتعاش ہے

اپنی تو عمر ذوقِ محبت میں کٹ گئی　　وہ اور لوگ ہیں جنھیں فکرِ معاش ہے

خالی نہیں اثر سے ہماری فغاں عزیزؔ　　دلکش کبھی ہے اور کبھی دلخراش ہے

ترے ناوک جگر کے پار نکلے　　بڑے چلتے، بڑے خونخوار نکلے

محبت مجھ کو دھوکا تو نہ دیدے　　کہیں یہ راہ بھی دشوار نکلے

لئے بوسے ترے نقشِ قدم کے　　مرے ارماں دمِ رفتار نکلے

طریقے ان سے ملنے کے الٰہی　　بہت آسان تھے دشوار نکلے

وہاں بھی مستحقِ جامِ کوثر　　یہی میکش، یہی میخوار نکلے

کبھی تو سامنے بے پردہ آؤ　　کبھی تو حسرتِ دیدار نکلے

رنج ہوتا ہے، قلق ہوتا ہے، غم ہوتا ہے　　ایک پر ایک نیا روز ستم ہوتا ہے

بدگمانی مجھے بڑھنے نہیں دیتی آگے　　کیوں مرے ساتھ مرا نقشِ قدم ہوتا ہے

نفسِ سرد کے جھونکے بھی جلا دیتے ہیں　　مشتعل اور مرا شعلۂ غم ہوتا ہے

ہم وہیں خوف سے رک جاتے ہیں تھم جاتے ہیں ترے کوچہ میں جہاں نقش قدم ہوتا ہے
کس طرح راز محبت میں چھپاؤں یارب اشک رکتے ہیں تو آنکھوں پہ ورم ہوتا ہے

عشق کا بھی کچھ عجب آزار ہے جو مسیحا تھا وہی بیمار ہے
عشق جب آسان تھا آسان تھا اب وہی دشوار سا دشوار ہے
میرے دل سے تم بدل لو اپنا دل یہ بکار آمد ہے، وہ بیکار ہے
ایک میں ہوں اور میری بیکسی ایک تم ہو مجمع اغیار ہے

کوشش ایسی چاہیے، تدبیر ایسی چاہیے غیر بھی کہنے لگیں تقدیر ایسی چاہیے
دل میں اترے دل میں ٹھہرے دل میں چٹکیاں اے مصور مجھ کو اک تصویر ایسی چاہیے
ان کو بھی بے تاب کر دے، چین سے سونے نہ دے نالۂ شبگیر میں تاثیر ایسی چاہیے
چٹکیاں لے کر کسی کا ناز سے کہنا عزیزؔ تیری ہر تقصیر کی تعزیر ایسی چاہیے

پھٹا وحشت میں پہلے آستیں سے یہ دامن کچھ کہیں سے، کچھ کہیں سے
ستم ہے، وہ کریں بیداد ہم پر غضب ہے، داد بھی چاہیں ہمیں سے

تمھیں ہو دلربا میرے تمھیں ہو   تمھیں سے مانگتا ہوں دل تمھیں سے
دعا ضائع نہیں جاتی کسی کی   مگر نکلے دل اندوہگیں سے
میں روتا ہوں پکڑ کر ان کا دامن   وہ آنسو پوچھتے ہیں آستیں سے

شب ہجر درد جگر بڑھتے بڑھتے   نہ ہو جائے یوں ہی سحر بڑھتے بڑھتے
برا ہو محبت کا یارب، برا ہو   کہاں تک یہ پہنچی خبر بڑھتے بڑھتے
انھیں کھینچ لائے گا آخر کسی دن   دعاؤں کا اپنی اثر بڑھتے بڑھتے
گھٹا اور فرقت میں صبر و تحمل   بڑھا اور درد جگر بڑھتے بڑھتے
کہاں ہم الٰہی کہاں حور جنت   کہاں تک گئی ہے نظر بڑھتے بڑھتے
اتر جائیں گے پھر مرے دل سے نالے   فلک پر نہ پہنچے اگر بڑھتے بڑھتے
نہ تھی شاعری کچھ عزیز ایسی آساں   بڑھی ہے ہماری نظر بڑھتے بڑھتے

میں نالہ کرکے روتا ہوں سوز و گداز سے   تکبیر فرض ہو گئی پہلے نماز سے
یارب لگا دی کس نے کہ وہ آگ ہو گئے   واقف تو کوئی اور نہ تھا میرے راز سے
پہنچیں گے اس گلی میں بھلا کس کو تھا یقیں   بن آئیں کوششیں کرم کارساز سے

رہ رہ کے یہ بکھرتی ہے رخ پہ ہوا کے ساتھ
رہ رہ کے وہ الجھتے ہیں زلف دراز سے

جھونکا ادھر بھی فیض کا مشتاق ہے عزیزؔ
کہنا صبا یہ خواجۂ بندہ نواز سے

الٰہی خواب میں ملنے کا اُن سے ہے وعدہ
بدل دے خواب کی تعبیر خواب سے پہلے

انہیں یہ فکر، ابھی چھین لیں مرے دل کو
مری یہ عرض نہ ہو انتخاب سے پہلے

کہیں گے عرض تمنا پہ کچھ نہ کچھ وہ بھی
جواب سوچ لوں میں بھی جواب سے پہلے

شمار سے نہ ہو باہر مری خطا کا شمار
حساب کیجئے روز حساب سے پہلے

کہاں کا حشر کہاں کی سزا، کہاں کا حساب
عذاب میں ہوں الٰہی عذاب سے پہلے

جب دعا کو مری گلا جانے
پھر وہ کیا سمجھے بات کیا جانے

پیش آتا ہے عشق میں کیا کیا
اس بکھیڑے کو کوئی کیا جانے

صبح ہوتے ہی شام وصل عزیزؔ
کیا مصیبت پڑے، خدا جانے

وہ ابر گھر کے جھوم کے، رحمت کے دن آئے
پینے کے، پلانے کے، مسرت کے دن آئے

نالے ہیں نہ آہیں ہیں، نہ رونا، نہ تڑپنا
بے خود ہوں تری یاد میں، فرصت کے دن آئے

آنکھوں میں تری شکل ہے، دل میں ہے تری یاد
آئے بھی تو کس شان سے فرقت کے دن آئے

دشمن کی شکایت نہیں، دشمن کا نہیں ذکر
ہے دوست وہی کام مصیبت کے دن آئے

اعمال برے تھے، کہ بھلے، سامنے میرے
حوران جناں بن کے قیامت کے دن آئے

یونہیں درد اے چارہ گر ہوتے ہوتے خدا جانے کیا ہو سحر ہوتے ہوتے
سمجھ جائیں گے وہ مرا مدعا بھی یونہیں تذکرے نامہ بر ہوتے ہوتے

مہتاب میں بھی ہے تپش آفتاب حشر فرقت کی رات کم نہیں روز شمار سے
اک میرا دل کہ اس کو ہے اک تیری آرزو اک تیرا دل کہ اس کو محبت ہزار سے

امید وصل سے ہے جان کس مصیبت میں
ہم اپنی جان سے بھی ہاتھ اٹھا نہیں سکتے
یہ آہ سرد کے جھونکے، یہ اشک کے قطرے
لگی ہے آگ جو دل میں۔ بجھا نہیں سکتے

ہجر کا غم، ہجر کا آزار رہنے دیجئے — عشق کے بیمار کو بیمار رہنے دیجئے
آرزو کا گوشۂ دل سے نکلنا سہل تھا — آپ سمجھے ہیں اگر دشوار رہنے دیجئے
غیر کے ذوق سخن سے کیا غرض ہے اے عزیز — آپ اپنے رنگ کے اشعار رہنے دیجئے

نعرۂ تکبیر بھی زاہد نثار نغمہ ہے — کس قدر اللہ اکبر اعتبار نغمہ ہے
کیا سریلی تھی صدائے حرف "کن" روز ازل — آج تک رگ رگ ہماری بے قرار نغمہ ہے
کیا خبر کیا کہتی پھرتی ہے گلستاں میں صبا — پھول کی ہر پنکھڑی مست بہار نغمہ ہے
ساز ہستی پر ہے اپنا تو مدار زندگی — ہوش میں لانا، نہ لانا اختیار نغمہ ہے
عندلیب خوشنوا پر آنکھ ہے صیاد کی — نرگس شہلا سراپا انتظار نغمہ ہے
آنکھ ہو تو کوئی دیکھے، گوش عبرت ہے سنے — نئے میں ہر ہر روزن نئے اک دیار نغمہ ہے

تفرقہ ہو اِس طرح تو کیا جمے عشرت کا رنگ   دل ضعیف و ناتواں لب زیر بار نغمہ ہے
شعر دو ہیں حضرت غالب کے دیواں میں عزیز   یہ غزل میری اسی مے کا خمار نغمہ ہے

مجھ کو گمنام کیا گوشۂ تنہائی نے   اور شہرت دی انھیں انجمن آرائی نے
خار غم کے لئے چھالوں میں رہا ہے اکیلا   خون سب چوس لیا لالہ صحرائی نے
مجھ کو ہونا تھا پریشاں نظری کا ملزم   نہ دیا اپنا پتہ اس بت ہرجائی نے

ٹھوکروں میں تری ظالم دل ناشاد رہے   رہوں جب تک یہی افتاد پہ افتاد رہے
تم مٹا دو مری تربت کو ابھی ٹھوکر سے   تا نہ دنیا میں کہیں عشق کی بنیاد رہے
وصل میں ہجر کے شکوے نہ فراموش ہوئے   بھول جانے کے جو قصے تھے وہی یاد رہے

چارہ گر ہیں دنگ میری خوبی تقدیر سے   زخم دل کچھ اور بگڑے ناخن تدبیر سے
سلب آزادی کا باعث ہو گئی حرص و طمع   کم نہیں طوق طلائی آہنی زنجیر سے
دیکھنا شوق شہادت اور پاس احترام   خود لپٹ جاتا ہوں بڑھ کر دامن شمشیر سے

روداد غم و رنج و الم کہہ نہیں سکتے جو ہم پہ گذرتی ہے وہ ہم کہہ نہیں سکتے
بند آنکھ ہوئی کیا کہ ہوئی بند زباں بھی خاموش ہیں کیوں اہل عدم کہہ نہیں سکتے
پابندی آداب محبت سے ہیں مجبور جو دیکھتے ہیں آنکھ سے ہم کہہ نہیں سکتے

گرد کلفت سے مرا شست و شو سے بے نیاز میری عریانی بھی گویا خلعت شاہانہ ہے
ساقی پیماں شکن پر مے کشوں کا زور کیا گردش تقدیر گویا گردش پیمانہ ہے

جب اس کی جلوہ گاہ سے پلٹا تو راہ میں کھوئے ہوئے ہواس ملے جابجا مجھے

ہوس دولت دنیا بھی بلا ہوتی ہے جتنا کم کیجئے اتنا ہی سوا ہوتی ہے
ان کی تصویر مرے غم کی دوا ہوتی ہے دیکھ لیتا ہوں تو تسکین ذرا ہوتی ہے
تھام لیتا ہے وہیں بڑھ کے مجھے دست سبو بے خودی میں جو ذرا لغزش پا ہوتی ہے
رک گئی تیغ ستم حلق پہ چلتے چلتے نہ جدا کرتی ہے سر کو نہ جدا ہوتی ہے
پاؤں رہ جاتے ہیں جب راہ طلب میں تھک کر ہاتھ اٹھاتا ہوں تو مقبول دعا ہوتی ہے

چمن دہر کی کیا خاک موافق ہو ہوا　　خار تو خار ہیں پھولوں سے بھی کھٹکا ہے مجھے
غیر کو کیا خبر ناز و نیاز الفت　　اس کا احساس تو کچھ یا ہے تجھے یا ہے مجھے

مرے دل تم تو محبت میں دغا دینے لگے
ہائے کیا کیا تھیں امیدیں ہائے کیا دینے لگے
میں گرا قدموں پر ان کے اضطرب شوق میں
اور وہ گھبرا کے دامن کی ہوا دینے لگے
اول اول ہم سمجھتے تھے محبت کو برا
آخر آخر تیرے دھوکے بھی مزا دینے لگے
دیکھنا میرے ذرا پژمردہ داغوں کی بہار
گل یہ مرجھائے ہوئے بوئے وفا دینے لگے

اب کہاں مے ہے وہ میخواری ہے　　یاد ساقی کی ہے، سرشاری ہے
بات کرنے کی اجازت ہے کسے　　دیکھ لینا بھی گنہگاری ہے
بوند بھی آتش تر کی ساقی　　کیسی اڑتی ہوئی چنگاری ہے

بس گئی آنکھوں میں صورت کس کی — خواب میں بھی مجھے بیداری ہے
رٹ رہا ہوں میں تیرے نام کے حرف — یہ وظیفہ تو میرا جاری ہے

مر کے اٹھوں گا میں ساقی ترے میخانے سے — عہد ہے قول ہے پیماں ہے یہ پیمانے سے
پھول ہنستے ہیں ترے شور و فغاں پر بلبل — شمع جلتی ہے تو جلتی نہیں پروانے سے
نشہ آنکھوں میں ہے سر پہ ہے سبو ہاتھ میں جام — رند کس شان سے نکلے ترے میخانے سے
مجھ کو دیتے بھی ہیں تکلیف تو وہ دیکھ کے ظرف — رنج زاہد نہیں ملتا کبھی پیمانے سے
کیوں بگڑتے ہو بگڑتا نہیں ناحق کوئی — کیوں الجھتے ہو الجھتے نہیں دیوانے سے
کچھ سنا کچھ نہ سنا اور بگڑ کر بولے — نیند اڑ جاتی ہے کمبخت کے افسانے سے

نہیں ہے اب توقع چشم تر سے — کہاں تک یہ بھلا تھم تھم کے برسے
بلاؤں پر بلائیں ہجر کی شب — چلی آتی ہیں یارب یہ کدھر سے
گل نازک پہ جب پڑنے لگی دھوپ — کیا بلبل نے سایہ اپنے پر سے
وہ میرا دل بگڑ کر لوٹ جاتا — وہ ان کا دیکھنا ترچھی نظر سے
گرے رونے میں لخت دل تو سمجھا — مری آنکھوں سے اولے آج برسے

انھیں تو میرے شکووں کا فقط افسانہ آتا ہے
زباں پر لفظ جو آتا ہے گستاخانہ آتا ہے
زیارت گاہ ہے تربت ہماری دردمندوں کی
سحر کو روز بلبل شام کو پروانہ آتا ہے
کہیں گر کر نہ گر جاؤں نگاہ لطف ساقی سے
مجھے تو خوف تجھ سے لغزش مستانہ آتا ہے

زخم کہنہ میں تبسم کی ادا ہے کیسی   تازگی اور زیادہ ہوئی مرجھانے سے
غیر کا رشک جدائی کی مصیبت کا خیال   یہ بلائیں کبھی رکنے کی نہیں آنے سے
اب تو میخانے میں اندھیر مچے گی ساقی   کچھ اندھیرا سا ہوا ابر کے گھر جانے سے
ان کی صورت کو ترستی ہیں ہماری آنکھیں   اور ان کو ترس آتا نہیں ترسانے سے

کوئی رسوا کوئی سودائی ہے   اک جہاں آپ کا شیدائی ہے
پھر اسی زلف کا سودا اچھلا   پھر طبیعت مری گھبرائی ہے
آپ کی طرح خیال عاشق   کہیں ٹکتا نہیں ہرجائی ہے

صحبتِ غیر سے بچئے، بچئے دیکھئے، دیکھئے رسوائی ہے
وہی وہ ہیں، وہی بزمِ اغیار وہی ہم ہیں وہی تنہائی ہے
ہر ادا میں ہے حیات جاوید ہر اشارہ میں مسیحائی ہے

ابر جو اشکبار جاتا ہے سوئے خاک فزار جاتا ہے
ترے میخانہ سے مرے ساقی کون اب ہوشیار جاتا ہے
وہ سمجھتے ذرا دم وعدہ بات کا اعتبار جاتا ہے
ساقیا جلد جلد جام چلے موسم خوشگوار جاتا ہے
یا الٰہی، کہاں کدھر کس جا یہ دلِ بے قرار جاتا ہے
درِ رحمت سے تیرے کب محروم کوئی امیدوار جاتا ہے

عیاں یا نہاں، اک نظر دیکھ لیتے کسی صورت ان کو مگر دیکھ لیتے
نہ کرتے وفا کے، محبت کے شکوے مرے دل کو بھی وہ اگر دیکھ لیتے
لڑائی میں اس طرح کی ہے مزا کیا لڑا کر نظر سے نظر دیکھ لیتے
دھڑکتے ہوئے دل کے ہمراہ میرے مری نبض بھی چارہ کر دیکھ لیتے

کہاں ایسی قسمت تھی اپنی شبِ غم دعاؤں سے پہلے اثر دیکھ لیتے
قفس میں اگر یاد گلشن کی آتی تو ہم اپنے زخمِ جگر دیکھ لیتے
نہ پڑھتے نہ پڑھتے بلا سے نہ پڑھتے مرا خط تو وہ نامہ بر دیکھ لیتے
عزیز اتنی فرصت بھلا ان کو کب تھی مرا حال وقتِ سحر دیکھ لیتے

نکلنے کو تڑپتی ہے تمنا نکلنے کا کوئی رستا نہیں ہے
الٰہی حور کو میں دیکھتا ہوں وہ چہرہ اور وہ نقشا نہیں ہے
ستم کے بعد کیوں ایسی عنایت تلافی کی مجھے پروا نہیں ہے
جنوں یہ تیری ہمت کی کمی تھی کدھر کس جا کہاں صحرا نہیں ہے

قابو سے نکل جاتے ہیں بے ساختہ نالے رکتے بھی ہیں روکے سے کہیں دوڑنے والے
کوچہ ہے محبت کا عجب بھول بھلیاں اللہ کوئی راہ نکالے تو نکالے
کچھ کھیل نہیں سینۂ سوزاں میں اترنا خنجر کی زباں پر کہیں پڑ جائیں نہ چھالے

مجھے تو چارہ گر تکلیف ہوتی ہے اگر کچھ درد میں تخفیف ہوتی ہے

ترچھی نظر کے تیر عجب کام کر گئے سیدھے پڑے جگر پہ جگر میں اتر گئے
آخر علاج دردِ محبت نہ ہو سکا مرنے سے پہلے ہجر کے بیمار مر گئے

بے وفاؤں سے کوئی بات کہاں ہوتی ہے
چاہیئے جیسی ملاقات کہاں ہوتی ہے
کیا خبر عارض و گیسو کے گرفتاروں کو
صبح ہوتی ہے کہاں رات کہاں ہوتی ہے
اپنے، بیگانے، چلے آتے ہیں میخانے میں
اس طرح اور مدارات کہاں ہوتی ہے
ساتویں آٹھویں ہوتی ہے ملاقات عزیزؔ
ان سے اب روز ملاقات کہاں ہوتی ہے

وفا کا تذکرہ، دن رات، دونوں میں برابر ہے
یہی میری زباں پر ہے یہی ان کی زباں پر ہے
خدا رکھے تصور کو، مزا ہے دید کا حاصل

ہماری آنکھ کا حلقہ تیری تصویر کا گھر ہے

نہ ہو دل صاف جب تک لطف ملنے کا نہیں ملتا
ترا یوں کھنچ کے ملنا بھی نہ ملنے کے برابر ہے

بتا دیتے ہیں غیروں کو پتہ میرے تجسس کا — مرے قاتل، مرے دشمن، مرے نقش قدم نکلے
گماں کیا کیا تھا ان کو خانۂ دل کی تجلی پر — تلاشی لی تو سینے میں مرے داغ الم نکلے
تمھیں سوچو، تمھیں سمجھو، تمھیں انصاف سے کہدو — زباں کے کون سچے، کون پابند قسم نکلے
تعجب کیوں ہے بخشش پر ہماری تجھ کو اے زاہد — خطاوار محبت تھے، سزاوار کرم نکلے
غضب ہے، وہ، عدو، دونوں، ہماری بزم ماتم میں — ہم آئے، ہم بیٹھے، ہم اٹھے، ہم نکلے
قفس تک میرے یہ آئے، زمانے کی ہوا دیکھے — گلستاں سے ذرا باہر نسیم صبحدم نکلے

رباعی

بتخانے میں ہے بتوں کا جلوا بنکر — کعبے میں عیاں نور تجلا بنکر!
اللہ رے جمال کبریائی تو بھی! — پھرتا ہے زمانے میں تماشا بنکر!

رباعی

وہ تجھ کو بلائیں گے غلط محض غلط — یا آپ ہی آئیں گے غلط محض غلط
یہ نالہ و فریاد و فغاں تیرے عزیز — تاثیر دکھائیں گے غلط محض غلط

رباعی

پیاسا ہوں کہاں تک کہوں ساقی ساقی — یہ صحبت مے ہے اتفاقی ساقی
برسات کا موسم ہے گھٹا چھائی ہے — ساغر میں مرے ڈال دے باقی ساقی

رباعی

کہتے ہیں تجھے اور ستائیں گے ابھی — اٹھ اٹھ آنسو یونہیں یہ لائیں گے ابھی
آسان نہیں ہے دل لگانا ہم سے؟ — یہ یاد رہے اور جلائیں گے ابھی

رباعی

اے عمر رواں یہ بیقراری کبتک — اے دیدۂ تر یہ اشکباری کبتک
ان کی تو یونہیں رہے گی ہاں ہاں ہردم — اے دل اے دل امیدواری کبتک؟

رباعی

پھر مجھ سے وہ ماہ پیکر نہ ملا — حسرت رہی ملنے کی مگر نہ ملا
قسمت کی برائی بھی کہیں جاتی ہے — یہ اور غضب ہے کہ وہ ملکر نہ ملا

رباعی

پھر پھول مہکتے ہیں بہار آئی ہے ‌ ‌ پھر قلب پھڑکتے ہیں بہار آئی ہے
پھر باغ میں ہے دورِ مئے نابِ عزیزؔ ‌ ‌ پھر جام چھلکتے ہیں بہار آئی ہے

رباعی

محروم رہے وصل سے ناشاد رہے ‌ ‌ ہر وقت اسی فکر میں برباد رہے
اللہ سے چاہیں گے ترے ظلم کی داد! ‌ ‌ یہ یاد رہے! یاد رہے!! یاد رہے!!!

رباعی

ہو جائے گا بت وہ رام رفتہ رفتہ ‌ ‌ نکلیں گے عزیزؔ کام رفتہ رفتہ
مایوس ابھی سے کیوں ہوئے جاتے ہو! ‌ ‌ ہوتے ہیں یہ انتظام رفتہ رفتہ

رباعی

بے مثل ہے بے عیب ہے ساری تصویر! ‌ ‌ خود پیارے ہو کیونکر نہ ہو پیاری تصویر
تکتا ہوں میں ہاتوں سے دبا کر سینہ! ‌ ‌ دل چھین نہ لے کہیں تمہاری تصویر

ختم

صحت نامہ متاع سخن

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵	۵	مرقعہ	مرقع
۹	۱	ملک شہر بانو	ملکہ شہر بانو
۴۴	۱۵	نگاہ	نظارہ
۵۰	۱	مٹ گئی	لٹ گئی
۵۳	۹	جگر میں	الٰہی
۶۸	۳	شرارت مسرت	شرارت
۷۵	۵	پیتا ہے ہوں	پیتا ہوں
۷۶	۱۰	ہزار ہو ہو	ہزار ہو
۸۹	۷	تیری بند	ترے بند
۱۰۰	۴	میرے دل میں نہیں رہتی	نہیں رہتی مرے دل میں
۱۰۲	۱	نشیمں باغ میں اور بھی ہیں	نشیمں اور بھی ہیں باغ میں
۱۰۶	۱۴	میں مرے	میں یہاں
۱۰۷	۹	ابھی تک	یہ اب تک
۱۱۵	۱۱	انکی	تیری

Date	No.	Date	No.